رجسٹرڈ ایل ۴۲

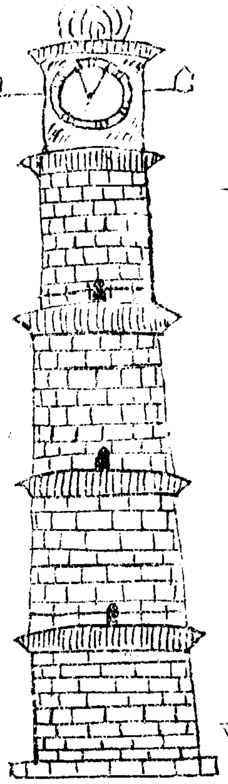
بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

انّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتّٰی یغیّروا ما بانفسہم

انّہ اٰوی القریۃ

الحکم

دار الامان قادیان



چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب

نمبر ۱۲ | یکم محرم ۱۳۲۱ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء روز سہ شنبہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

اب ہر قسم کی قسم پر اعتراض کرنا کہ جہنا پاک فطرۃ یا بلید الطبع انسان کے دوسرے کا کام نہیں کیونکہ اس میں تو عظیم الشان صداقت موعود ہے۔ صحیفہ فطرت کی عام شہادۃ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کلام الٰہی اور نزول وحی کی حقیقت بتانی چاہتا ہے۔ سماء کے معنی بادل کے بھی ہیں جس سے مینہ برستا ہے۔ آسمان اور زمین میں ایسے تعلقات ہیں جیسے نر و مادہ میں ہوتے ہیں۔ زمین میں بھی کنوئیں ہوتے ہیں لیکن زمین پھر بھی آسمانی پانی کی محتاج رہتی ہے جبتک آسمان سے بارش نہ ہو زمین مردہ سمجھی جاتی ہے اور اسکی زندگی اس پانی پر منحصر ہے جو آسمان سے آتا ہے اسی واسطے فرمایا ہے اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آسمان سے پانی برسنے میں دیر ہو اور امساک باراں ہو تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے۔ اور ان ایام میں دیکھا گیا ہے کہ پانی اُتر جاتا ہے لیکن جب برسات کے دن ہوں اور مینہ برسنے شروع ہوں تو کنوؤں کا پانی بھی جوش مار کر چڑھتا ہے کیونکہ اوپر کے پانی میں قوت جاذبہ ہوتی ہے اب بتاؤ سوچیں کہ اگر آسمانی پانی نازل نہ ہو بھوڑ رہے تو سب کنوئیں خشک ہو جائیں اسی طرح ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نور قلب ہر ایک انسان کو دیا ہے اور اسکے دماغ میں عقل رکھی ہے جس سے وہ بُرے بھلے میں تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے لیکن اگر نبوۃ کا نور آسمان سے نازل نہ ہو۔ اور یہ سلسلہ بند ہو جاوے تو دماغی عقلوں کا سلسلہ جاتا رہے اور نور قلب پر تاریکی پیدا ہو جاوے اور وہ بالکل کام دینے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسی نور نبوۃ سے روشنی پاتا ہے جیسے بارش ہونے پر زمین کی روئیدگیاں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں اور ہر تخم پیدا ہونے لگتا ہے اسی طرح پر نور نبوۃ کے نزول پر دماغی اور ذہنی عقلوں میں ایک صفائی اور نور فراست میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اگرچہ یہ علی قدر مراتب ہوتی ہے اور استعداد کے موافق ہر شخص فائدہ اُٹھاتا ہے خواہ وہ اس امر کو محسوس کرے یا نہ کرے لیکن یہ سب کچھ ہوتا اسی نور نبوۃ کے طفیل ہے۔

غرض اس قسم میں **نزول وحی** کی ضرورۃ کو ایک عام مشاہدہ کے رو سے ثابت کیا ہے کہ جیسے آسمانی پانی کے نہ برسنے کی وجہ سے زمین مر جاتی اور کنوؤں کا پانی خشک ہونے لگتا ہے یہی قانون **نزول وحی** کے متعلق ہے۔ رجع پانی کو کہتے ہیں حالانکہ پانی زمین پر بھی ہوتا ہے لیکن آسمان کو ذات الرجع کہا ہے اس میں یہ فلسفہ بتایا ہے کہ اصلی آسمانی پانی ہی ہے چنانچہ کہا ہے۔ ؎

باراں کہ در لطافت طبعش دریغ نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔

جو کیفیت بارش کے وقت ہوتی ہے وہی نزول وحی کے وقت۔ دو قسم کی طبیعتیں موجود ہوتی ہیں ایک تو مستعد ہوتی ہیں اور دوسری بلید۔ مستعد طبیعت والے فوراً سمجھ لیتے ہیں اور معارف کا ساتھ دیتے ہیں لیکن بلید الطبع نہیں سمجھ سکتے اور وہ مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں دیکھو مکہ معظمہ میں جب وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ کا کلام اُترنے لگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابوجہل ایک ہی سرزمین کے دو شخص تھے ابوبکرؓ نے تو کوئی نشان بھی نہ مانگا اور مجرد دعویٰ سنتے ہی آمنّا کہکر ساتھ ہو لیا۔ مگر ابوجہل نے نشان پر نشان دیکھے مگر تکذیب سے باز نہ آیا اور آخر خدا تعالیٰ کے قہر کے نیچے آ کر ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ غرض خدا تعالیٰ کی وحی ہر قسم کی طبیعتوں کو باہر نکال دیتی ہے طیب اور خبیث میں امتیاز کر کے دکھا دیتی ہے وہ بہار کا موسم ہوتا ہے اُسوقت ممکن نہیں

کوئی تخم شگفتگی کے لیے نہ نکلے لیکن جو کچھ ہوگا وہی برآمد ہوگا - نیک اور سعید الفطرۃ اپنی جگہ پر نشو و نما ہوتے ہیں اور خبیث الگ اور اس سے پہلے دو ملے جلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے گندم اور جھنگھاڑ کے دانے ملے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب زمین سے نکلتے ہیں تو دونوں الگ نظر آتے ہیں مالک گندم کی حفاظت کرتا اور جھنگھاڑ کو نکال کر باہر پھینکتا ہے۔

پس نزول **وحی** کے ثبوت کے لیے اللہ نے یہ مثال پیش کی ہے جسکو نادان اپنی نادانی اور جہالت سے اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک عظیم الشان فلسفہ رکھا ہوا ہے۔ اسی لیے **والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع** کہکر فرمایا **انہ لقول فصل**۔ انہ لقول فصل جو کلام الٰہی کے لیے بولا گیا ہے یہ ایک نظری امر تھا اسکے ثبوت کے لیے بدیہی امر کو پیش کیا ہے۔ جیسے امساک باراں کے وقت ضرورت ہوتی ہے مینہ کی اسی طرح اس وقت لوگ روحانی پانی کو چاہتے ہیں زمین بالکل مر چکی ہے یہ زمانہ **ظہر الفساد فی البر والبحر** کا ہو گیا ہے جنگل اور سمندر بگڑ چکے ہیں جنگل سے مراد تو کیا ہے اور بحر کے اہل کتاب ہیں - جاہل و عالم بھی مراد ہو سکتے ہیں غرض انسانوں کے ہر طبقہ میں فساد واقع ہو گیا ہے جس پہلو اور جس رنگ میں دیکھو دنیا کی حالت بدل گئی ہے روحانیت باقی نہیں رہی اور نہ اسکی تاثیر یں نظر آتی ہیں۔ اخلاقی اور عملی کمزوریوں میں ہر چھوٹا بڑا مبتلا ہے خدا پرستی اور خدا شناسی کا نام و نشان مٹا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لیے اس وقت ضرورت ہے کہ آسمانی پانی اور نور نبوت کا نزول ہو اور مستعد دلوں کو روشنی بخشے۔ خدا تعالے کا شکر کرو اس نے اپنے فضل سے اس وقت اس **نور** کو نازل کیا ہے مگر تھوڑے ہیں جو اس نور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالے نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی بنا پر دلائل عقلیہ اور نشانات بینہ سے اس سلسلہ کی صداقت کو ظاہر کر دیا ہے۔ تعلیم کو اگر انسان دیکھے تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ سچی تعلیم یہی تعلیم ہے جسکو عقل منکر قبول کرینگے - اسلامی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے کہ جسکو عدل کہتے ہیں - اس تعلیم میں ایک کشش موجود ہے - سورۂ فاتحہ میں جب

خدا کو پیش کیا ہے دنیا کا کوئی مذہب ایسا پیش نہیں کرتا - عیسائیوں نے جو خدا دکھایا ہے اس کے مقابلہ میں ہم کہتے ہیں **لم یلد ولم یولد** ہے - ہاں اگر مریم کے پیٹ میں واقعی خدا آ گیا تھا تو چاہیے تھا کہ وہ پیٹ ہی میں مریم کو وعظ کرتے اور ایک لمبا لیکچر دیتے جسکو دوسرے لوگ بھی سن لیتے تو اس خارق عادت لیکچر کو سنکر سارے شبہات دور ہو جاتے اور...... خواہ نخواہ ماننا پڑتا - بلکہ اور بھی خدائی کا ثبوت ملتا اگر پیٹ ہی میں معجزے دکھانے شروع کر دیتے تو اور بھی معاملہ صاف ہو جاتا اور خواہ نخواہ ماننا پڑتا - مگر بجائے اسکے کہ اس کی الوہیت کی کوئی عظمت ثابت ہوتی ہر پہلو سے اسکا نقص اور کمزوری ہی ثابت ہوتی ہے۔

مریم کا نکاح حمل میں کیا گیا جو شرعاً جائز نہ تھا - اور ایک نکاح سے تین شرطیں توڑی گئیں۔ یعنی ماں نے عہد کیا تھا کہ نکاح نکرینگی اور خود مریم نے بھی عہد کیا ہوا تھا۔ ان ساری باتوں کے علاوہ ایک اور اعتراض ہے جس کا جواب عیسائی نہیں دے سکتے۔ عیسائی مذہب میں دوسری شادی منع ہے لیکن یوسف کی پہلی بیوی تھی - اور بھی اس قسم کے اعتراض ہیں - یہودیوں کی کتابوں کو پڑھو وہ کیا حقیقت بیان کرتے ہیں اور ہمکو تو ایسے اعتراض کرتے ہوئے بھی افسوس اور حیا مانع ہوتے ہیں - پادری عماد الدین نے اپنی کتابوں میں راحاب - تمر - اور بنت سبع کی بابت لکھا ہے کہ وہ اچھے چال چلن کی عورتیں نہ تھیں وہ لکھتا ہے کہ خداوند نے یہ کیا کیا کہ ایسے خاندان میں جنم لیا پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ وہ ایسا کریم ہے کہ ایسے لوگوں میں بھی جنم لینے سے دریغ نہیں کیا - مگر ایک دانشمند غور کرے کہ یہ کیسی وسعت اخلاق ہے۔

لیکن ہمارا خدا **لم یلد** ہے اور کس قدر خوشی اور شکر کا مقام ہے کہ جس خدا کو ہم نے مانا اور اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہر طرح کامل اور قدوس ہے اور کوئی نقص اسمیں نہیں ہے وہ خوبیاں کامل طور پر اللہ تعالے میں پائی جاتی ہیں اور ساری صفات انکو بیان کرتی ہیں چنانچہ اول یہ کہ اسمیں **ذاتی حسن** ہے اور اسکے متعلق لیس کمثلہ شیء فرمایا **قل ھو اللہ احد** فرمایا اور کہا کہ وہ **الصمد** ہے بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ اسکا کوئی

بیٹا ہے نہ کوئی اسکا ہمتا اور ہمسر ہے۔ قرآن شریف کو غور سے پڑھو [illegible] کہ جا بجا اسکا حسن دکھایا [illegible] کشش احسان کی ہے [illegible] خدا کے احسان کا کیا [illegible] بچہ کو [illegible] نور الدین صاحب [illegible] باپ اپنے بیٹے کو [illegible] جہان کو کیسا پیار کیا [illegible] لڑکا یہ سنکر ڈر گیا اور بھاگ گیا [illegible] سے بھاگنے کی وجہ [illegible] کہا کہ جب خدا نے [illegible] امید ہو سکتی ہے [illegible] ہے تو پھر اسکو [illegible]

ہزاروں [illegible] کا بھی نشان ہے اور [illegible] ہیں تو کیا یہ چیزیں خدا کو انسان سے عزیز تر ہوتی ہیں مگر ایسا نہیں [illegible] کے لیے وہ ہلاک کرتا ہے [illegible] رکھے ہوئے ہوتے ہیں یہ بھی حضرت الوہیت کی حکمت ہے کیونکہ [illegible] چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں غرض یہ اصل صحیح نہیں ہے [illegible] سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ جس چیز سے پیار کرتا ہے اسکو ہلاک کرتا ہے - سچا خدا جس سے پیار کرتا ہے اسکی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ خدا فرماتا ہے **کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی**۔ عیسائی اپنے خدا کی نسبت ایسا نمونہ پیش نہیں کرتے اور حقیقت میں نہیں ہے کیونکہ مسیح کا اپنا نمونہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے سخت ذلیل ہوئے اور اس وقت وہ اگر خدا تھے یا خدا کے بیٹے تھے تو دشمنوں کو خطرناک ذلت پہنچنی چاہیے تھی مگر بظاہر دشمن کامیاب ہو گئے اور انکو انہوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا ہی دیا۔ لیکن ہمارا خدا ایسا نہیں ہے اس نے اپنے رسولوں کی ہر میدان میں نصرت کی اور کامیاب کیا۔ اب دوسرے مذہب اسکا نمونہ کہاں سے لائیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمارا خدا کسیکو پھانسی پر نہیں چڑھاتا جس قدر کام کرینگے اسمیں عزت پائینگے اس نے ہمارے قوی کو بیکار نہیں رکھا۔ بقول سعدی؎

عقائد با محقوبت دو زخ برابر است
رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

خدا نے چاہا ہے کہ تم زنانہ سیرت نہ ہو بلکہ مرد بنو اب کیسی بات ہے کیسے احسان کیے ہیں کہ سب حقائق و معارف کے خزانے کھول دیے کسی کے سامنے ہمیں اس نے شرمندہ نہیں کیا

...نے نماز سے ضروری سمجھا کہ گو پرانا الہام ہے لیکن چونکہ آجتک یہ سلسلہ اشاعت میں نہیں آیا اسکو شائع کر دیا جاوے۔

نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں؟

اس سوال کا جواب حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام نے ایک بار اپنی ایک مختصر سی تقریر میں دیا ہے فرمایا۔ نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں جس کے اعمال بجائے خود خوارق کے درجہ تک پہونچ جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص خدا تعالےٰ کے ساتھ وفاداری کرتا ہے وہ ایسی وفاداری کرتا ہے کہ اسکی وفاداری خارق عادت ہو جاتی ہے اسکی محبت اسکی عبادت خارق عادت ہو۔ ہر شخص ایثار کر سکتا ہے اور کرتا بھی ہے لیکن اسکا ایثار خارق عادت ہو غرض اس کے اخلاق عبادات اور سب تعلقات جو خدا تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے اپنے اندر ایک خارق عادت نمونہ پیدا کریں تو چونکہ خارق عادت کا جواب خارق عادت ہوتا ہے اسلیے اللہ تعالےٰ اس کے ہاتھ پر نشانات ظاہر کرنے لگتا ہے پس جو چاہتا ہے کہ اس سے نشانات کا صدور ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنے اعمال کو اس درجہ تک پہونچا دے کہ ان میں خارق عادت نتائج کے جذب کی قوت پیدا ہونے لگے۔ انبیاء علیہم السلام میں یہی ایک نرالی بات ہوتی ہے کہ انکا تعلق اندرونی اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایسا شدید ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا ہرگز نہیں ہوتا انکی عبودیت ایسا رشتہ دکھاتی ہے کہ کسی اور کی عبودیت نہیں دکھا سکتی + پس اس کے مقابلہ میں الوہیت اپنی تجلی اور اظہار بھی اسی حیثیت اور رنگ کا کرتی ہے عبودیت کی مثال عورت کی سی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حیا و شرم کے ساتھ رہتی ہے اور جب مرد بیاہنے جاتا ہے تو وہ علانیہ جاتا ہے اسی طرح عبودیت پر وہ خفا میں ہوتی ہے لیکن الوہیت جب اپنی تجلی کرتی ہے تو پھر وہ ایک بین امر ہو جاتا ہے اور ان تعلقات کا جو ایک سچے مومن اور عبد اور اسکے رب میں ہوتے ہیں خارق عادت نشانات کے ذریعہ ظہور ہوتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کے معجزات کا یہی راز ہے اور چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلقات اللہ تعالےٰ کے ساتھ کل انبیا علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے آپ کے معجزات بھی سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

امام الزمان کی ڈائری

دربار شام

۲۳ر مارچ سنہ ۶ء

بیعت کیواسطے فاتحہ ایک بزرگ نے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی ملازمت سے پہلے منت مانی تھی کہ جب میں ملازم ہو جاؤنگا تو آدھ آنہ فی روپیہ کے حساب سے نکالکر اسکا کھانا پکوا کر حضرت پیران پیر کا ختم دلاؤنگا اس کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں

فرمایا کہ خیرات تو ہر طرح اور ہر رنگ میں جائز ہے اور جسے چاہے انسان دے مگر اس فاتحہ خوانی سے ہمیں نہیں معلوم کیا فائدہ اور یہ کیوں کیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ جو ہمارے ملک میں رسم جاری ہے کہ اس پر کچھ قرآن شریف وغیرہ پڑھا کرتے ہیں یہ طریق تو شرک ہے اور اس کا ثبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے نہیں۔ غربا و ساکین کو بیشک کھانا کھلاؤ

نصیحت بعد از بیعت چند احباب نے بیعت کی تھی اسپر انکو چند کلمات بطور نصیحت فرمائے۔

پانچوں نمازیں عمدہ طرح سے پڑھا کرو۔ روزہ صدق سے رکھو۔ اور اگر صاحب توفیق ہو تو زکوۃ۔ حج وغیرہ اعمال میں بھی کمر بستہ رہو۔ اور ہر قسم کے گناہ سے اور شرک اور بدعت سے بیزار رہو۔ اصل میں گناہ کی شناخت کے اصول صرف دو ہی ہیں۔

اول حق اللہ کی بجاآوری میں کمی یا کوتاہی دوم حق العباد کا خیال نہ کرنا۔

اصل اصول عبادت بھی یہی ہیں کہ ان دونو حقوق کی محافظت کماحقہ کی جاوے۔ اور گناہ کو بھی انھیں میں کوتاہی کرنے کا نام ہے اپنے عہد پر قائم رہو اور جو الفاظ اسوقت تم نے میرے ہاتھ پر بطور اقرار زبان سے نکالے ہیں ان پر مرتے دم تک قائم رہو + انسان بعض اوقات دھوکا کھاتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں نے اپنے لیے توبہ کا درخت بولیا ہے اب اسکے پھل کی امید رکھتا ہے۔ یا ایمان میں نے حاصل کرلیا ہے اس کے اب نتائج مترتب ہونگے کا منتظر [illegible] مگر اصل میں وہ خدا کے نزدیک [illegible] اور نہ سچا مومن کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو چیز اللہ تعالےٰ کی پسندیدگی اور منظوری کی حد تک نہیں پہونچی ہوئی ہو وہ چیز اسکی نظر میں رد اور حقیر ہوتی ہے اسکی کوئی قدر و قیمت خدا کے نزدیک نہیں ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جبتک کوئی چیز اسکی پسندیدگی میں نہ آوے تب تک اس کی نظر میں ایک ردی محض اور بے قیمت ہوتی ہے تو جب انسان کا یہ حال ہے تو خدا تو قدوس اور پاک اور بے لوث ہستی ہے وہ ایسی ردی چیز کو اپنی جناب میں کب منظور کرنے لگا +

دیکھو یہ دن ابتلا کے دن ہیں۔ وبائیں ہیں قحط ہے۔ غرض اسوقت خدا کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے ایسے وقت میں اپنے آپ کو دھوکا مت دو۔ اور صاف دل سے اپنی کوئی پناہ بناؤ۔

یہ بیعت اور توبہ اسوقت فائدہ دیتی ہے جب انسان صدق دل اور اخلاص نیت سے اس پر قائم اور کاربند بھی ہو جاوے۔ خدا خشک لفاظی سے جو حلق کے نیچے نہیں جاتی ہرگز ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ ایسے بنو کہ تمہارا صدق اور وفا اور سوز و گداز آسمان پر پہونچ جاوے۔ خدا تعالےٰ ایسے شخص کی حفاظت کرتا اور اسکو برکت دیتا ہے۔ جسکو دیکھتا ہے کہ اسکا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ دلوں پر نظر ڈالتا اور جھانکتا ہے۔ نہ کہ ظاہری قیل و قال پر۔ جس کا دل ہر قسم کے گند اور ناپاکی سے معرا اور مبرا پاتا ہے اُس میں آ اُترتا ہے۔

عیسائی کیسے شرمندہ ہوتے ہیں آریوں کو کیسے شرمندہ ہونا پڑتا ہے کیا کوئی عیسائی فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے خداوند کی توجہ دلانے [illegible] بدکار بخشیں۔ الغرض انسان یا حسن کا گرویدہ ہوتا ہے یا احسان کا۔ اور کامل طور پر یہ اسلام نے اللہ تعالےٰ کی نسبت بیان کیا ہے۔ سورہ فاتحہ میں پہلے حسن و جمال اسی کو دکھایا ہے اور اگر ان سے انسان اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تو پھر تیسری صورت غضب کی بھی ہے اسلئے غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کہکر ڈرایا ہے لیکن مبارک وہی شخص ہے جو [illegible] احسان سے فائدہ اٹھاتا [illegible] احکام کی پیروی کرتا ہے اسلئے خدا قریب ہوجاتا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے۔

یاد رکھو کہ عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے جس قدر انسان روح کی صفائی کرتا ہے اسی قدر عقل میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اسکی مدد کرتا ہے مگر فاسقانہ زندگی والے کے دماغ میں روشنی نہیں آسکتی۔ تقوی اختیار کرو کہ خدا تعالے کے ساتھ ہو۔ صادقوں کے ساتھ رہو کہ تقوی کی حقیقت تمہیں کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔ یہی ہمارا منشاء ہے اور اسی کو ہم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

ملفوظات میں سے کچھ۔

آیات مبین میرے نزدیک آیات مبین وہ ہوتی ہیں مخالف جسکے مقابلے سے عاجز ہو جاوے خواہ وہ کچھ ہی ہو۔ جس کا مخالف مقابلہ نہ کر سکے وہ اعجاز ٹھہر جائیگا جبکہ اسکی تحدی کی گئی ہو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اقتراح کے نشانوں کو اللہ تعالے نے منع کیا ہے۔ نبی کبھی جرأت کرکے یہ نہیں کہے گا کہ تم جو نشان مجھ سے مانگو میں وہی دکھانے کو طیار ہوں اس کے منہ سے جب نکلے گا یہی نکلے گا انما الآیات عند اللہ اور یہی اسکی صداقت کا نشان ہوتا ہے۔ کم نصیب مخالف اس قسم کی آیتوں سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ معجزات سے انکار کیا گیا ہے مگر وہ آنکھوں کے اندھے ہیں انکو معجزات کی حقیقت ہی معلوم نہیں ہوتی

اس لیے وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں اور نہ ذات باری کی عزت اور جبروت کا ادب انکے دل پر ہوتا ہے۔ ہمارا خدا تعالے پر کیا حق ہے کہ ہم جو کہیں وہ وہی کر دے۔ یہ سوء ادب ہے اور ایسا خدا خدا ہی نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ اسکا فضل ہے کہ اس نے ہمکو امید اور حوصلہ دلایا کہ ادعونی استجب لکم یہ نہیں کہا کہ تم جو مانگو گے وہی دیا جاوے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بعض اقتراحی نشانات مانگے گئے تو آپ [illegible] یہی خدا کی تعلیم سے جواب دیا ... قل [illegible] ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ خدا کے رسول کبھی اپنی بشریت کی حد سے نہیں بڑھتے اور وہ آداب الہی کو مدنظر رکھتے ہیں۔ باتیں منحصر ہیں معرفت پر جسقدر معرفت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اسی قدر خدا تعالے کا خوف اور خشیت دل پر مستولی ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر معرفت انبیاء علیہم السلام ہی کی ہوتی ہے اسلئے انکی ہر بات اور ہر ادا میں بشریت کا رنگ جدا نظر آتا ہے اور تائیدات الہیہ الگ نظر آتی ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالے نشان دکھاتا ہے جب چاہتا ہے وہ دنیا کو قیامت بنانا نہیں چاہتا۔ اگر وہ ایسا کھلا ہوا ہو کہ جیسے سورج تو پھر ایمان کیا رہا اور اس کا ثواب کیا؟ ایسی صورت میں کون بدبخت ہوگا جو انکار کرے گا۔ نشان ہمیں ہوتے ہیں مگر انکو باریک بیں دیکھ سکتے ہیں اور کوئی نہیں اور یہ وقت نظر اور معرفت سعادت کی وجہ سے عطا ہوتی ہے اور تقوی سے ملتی ہے۔ شقی اور فاسق اسکو نہیں دیکھ سکتا۔ ایمان اسوقت تک ایمان ہے جبتک اسمیں کوئی پہلو اخفا کا بھی ہو۔ لیکن جب بالکل پردہ برانداز ہو تو وہ ایمان نہیں رہتا۔ اگر مٹھی بند ہو اور کوئی بتا دے کہ اس میں یہ ہے تو اسکی فراست قابل تعریف ہوسکتی ہے لیکن جب مٹھی کھولکر دکھا دی اور پھر کسی نے کہا کہ میں بتا دیتا ہوں تو کیا ہوا۔ یا پہلی رات کا چاند اگر کوئی دیکھکر بتلائے تو البتہ اسے تیز نظر کہیں گے لیکن جب چودھویں کا چاند ہوگیا اسوقت کوئی کہے کہ میں نے چاند دیکھ لیا وہ ٹھٹھا ہوتا ہے تو لوگ اسکو پاگل کہیں گے۔ غرض معجزات وہی ہوتے ہیں جنکی نظیر لانے پر دوسرے عاجز ہوں۔ انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ انکی حد بندی کرے کہ ایسا ہونا چاہیے یا ویسا ہونا چاہیے۔ اسمیں ضرور ہے کہ بعض پہلو اخفا کے ہوں کیونکہ نشانات کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان بڑھے۔ اور اسمیں ایک عرفانی رنگ پیدا ہو جس میں ذوق ملا ہوا ہو لیکن جب ایسی کھلی باتیں ہوں گی تو اس میں ایمانی رنگ ہی نہیں آسکتا چہ جائیکہ عرفانی اور ذوقی رنگ ہو۔ پس اقتراحی نشانات سے اسلیے منع کیا جاتا ہے اور روکا جاتا ہے کہ اسمیں پہلی رگ سوء ادبی کی پیدا ہو جاتی ہے جو ایمان کی جڑ کاٹ ڈالتی ہے۔

ایک پرانا الہام ابتداً جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک عرب صاحب آئے ہوئے تھے۔ بعض لوگ ان کے متعلق مختلف رائیں رکھتے تھے حضرت اقدس امام علیہ الصلوۃ والسلام کو ۹ر جنوری کی شب کو اس کے متعلق الہام ہوا

قد جرت عادة الله انه لا ینفع الاموات الا الدعاء

اس وقت رات کے تین بجے ہوں گے حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اسوقت میں نے دعا کی تو یہ الہام ہوا فکلمه من کل باب ولن ینفعه الا هذا الدواء (ای الدعاء)

اور پھر ایک اور الہام اسی عرب کے متعلق ہوا کہ فیتبع القرآن ان القرآن کتاب الله کتاب الصادق۔

چنانچہ ۹ر جنوری ۱۹۰۳ء کی صبح کو جب آپ سیر کو نکلے تو حضرت اقدس نے عربی زبان میں ایک تقریر فرمائی جس میں سلسلہ محمدیہ اور موسویہ کی مشابہت کو بتایا اور پھر سورہ نور کی آیت استخلاف اور سورہ تحریم سے اپنے دعاوی پر دلائل پیش کیے اور قرآن شریف اور احادیث کے مراتب بتا کر جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عرب صاحب جو پہلے بڑے جوش سے بولتے تھے بالکل صاف ہوگئے اور انھوں نے صدق دل سے بیعت کی اور ایک اشتہار بھی شائع کیا اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے ملک کی طرف بغرض تبلیغ چلے گئے۔ چونکہ یہ خدا تعالے کا کلام تھا ہم نے اسکی عزۃ و عظمۃ

اور اپنا گھر بناتا ہے۔ مگر جس دل میں کوئی کسی قسم کا بھی رخنہ یا ناپاکی ہے اسکو لعنتی بناتا ہے۔

دیکھو جسطرح تمھارے عام جسمانی حوائج کے پورا کرنے کے واسطے ایک مناسب اور کافی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمھاری روحانی حوائج کا حال ہے۔ کیا تم ایک قطرہ پانی زبان پر رکھکر پیاس بجھا سکتے ہو۔ کیا تم ایک ریزہ کھانے کا منہ میں ڈالکر بھوک سے نجات حاصل کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ پس اسیطرح تمھاری روحانی حالت بھی ہے…. تو یہ یا کبھی کبھی ٹوٹی پھوٹی نماز یا روزہ سے سنور نہیں سکتی۔ روحانی حالت کے سنوارنے اور اس باغ کے پھل کھانے کے لئے تم کو چاہیئے کہ اس باغ کو بھی وقت پر خدا کی جناب میں نمازیں ادا کرکے یعنی آنکھوں کا پانی پہونچاؤ۔ اور اعمال صالحہ کے پانی کی نہر سے اس باغ کو سیراب کرو تا وہ ہرا بھرا ہوا اور پھلے پھولے اور اس قابل ہو سکے کہ تم اس سے پھل کھاؤ۔ یاد رکھو ایمان بغیر اعمال صالحہ کے ادھورا ایمان ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اگر ایمان کامل ہو تو اعمال صالحہ سرزد نہ ہوں۔ اپنے ایمان اور اعتقاد کو کامل کرو ورنہ کسی کام کا نہ ہوگا۔ لوگ اپنے ایمان کو پورا ایمان تو بناتے نہیں پھر شکایت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں انعامات نہیں ملتے جن کا وعدہ تھا۔ بیشک خدا نے وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ **من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب** یعنی جو خدا کا متقی اور اسکی نظر میں متقی بنتا ہے اسکو خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی تنگی سے نکالتا اور ایسی طرز سے رزق دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کہاں سے اور کیونکر آتا ہے خدا کا یہ وعدہ برحق ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا اور بڑا رحیم کریم ہے جو اللہ تعالیٰ کا بنتا ہے وہ اُسے ہر ذلت سے نجات دیتا ہے۔ اور خود اُس کا حافظ و ناصر بنجاتا ہے۔ مگر وہ جو ایک طرف دعوی اتقا کرتے ہیں اور دوسری طرف شاکی ہوتے ہیں کہ ہمیں وہ برکات نہیں ملے۔ ان دونوں میں سے ہم کسکو سچا کہیں اور کسکو جھوٹا۔ خدا تعالیٰ پر ہم کبھی الزام نہیں لگا سکتے **ان اللہ لا یخلف المیعاد**۔ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔ ہم اُس مدعی کو جھوٹا کہیں گے۔ اصل یہ ہے کہ اُن کا تقوی یا اُن کی اصلاح اس حد تک نہیں ہوتی کہ خدا کی نظر میں قابل وقعت ہو یا وہ خدا کے متقی نہیں ہوتے لوگوں کے متقی اور ریاکار انسان ہوتے ہیں۔ سو اُنپر بجائے رحمت اور برکت کے لعنت کی مار ہوتی ہے جس سے سرگردان اور مشکلات دنیا میں مبتلا رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ اپنے وعدوں کا پکا اور سچا اور پورا ہے۔

رزق بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تو ایک رزق ہے کہ بعض لوگ صبح سے شام تک ٹوکری ڈھوتے ہیں اور بُرے حال سے شام کو دو تین آنے اُن کے ہاتھ میں آتے ہیں۔ یہ بھی تو رزق ہے مگر لعنتی رزق ہے نہ رزق **من حیث لا یحتسب**۔

حضرت داؤد زبور میں فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا جوان ہوا جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر میں نے کبھی کسی متقی اور خدا ترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا اور نہ اُسکی اولاد کو دربدر دھکے کھاتے اور ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ یہ بالکل سچ اور راست ہے کہ خدا اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور اُن کو دوسروں کے آگے ہاتھ پسارنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ بھلا اتنے جو انبیا ہوئے ہیں اور اولیا گذرے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ بھیک مانگا کرتے تھے۔ یا انکی اولاد پر یہ مصیبت پڑی ہو کہ وہ دربدر خاک بسر ٹکڑے کے واسطے پھرتے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی باخدا اور سچا متقی ہو تو اسکی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور انکی خود حفاظت فرماتا ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایک ذکر کیا ہے کہ ایک دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ وہ گرنے والی تھی اُسکے نیچے خزانہ تھا لڑکے ابھی نابالغ تھے۔ اس دیوار کے گرنے سے اندیشہ تھا کہ خزانہ ننگا ہوکر لوگوں کے ہاتھ آجائے گا۔ وہ لڑکے بیچارے خالی ہاتھ رہجا دینگے تو اللہ تعالیٰ نے دو نبیوں کو اس خدمت کے واسطے مقرر فرمایا۔ وہ گئے اور اس دیوار کو درست کر دیا کہ جب وہ بڑے ہوں…. تو پھر کسطرح اُن کے ہاتھ وہ خزانہ آجاوے۔ پس اسجگہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ **وکان ابوھما صالحا** یعنی ان لڑکوں کا باپ نیک مرد تھا جس کے واسطے ہم نے اُنکے خزانہ کی حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ کے ایسا فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے کچھ اچھے نہ تھے اور نہ اچھے ہونے والے تھے۔ ورنہ یہ فرماتا کہ یہ لڑکے اچھے ہیں صالح ہیں اور صالح ہونے والے ہیں۔ نہیں بلکہ اُن کے باپ کا ہی حوالہ دیا۔ کہ انکے باپ کے نیکی کی وجہ سے ایسا کیا ہے دیکھو یہی تو شفاعت ہے۔

وہ لوگ جو بڑے بڑے ادعا کرتے ہیں کہ ہم یوں نیکی کرتے ہیں اور متقی ہیں مگر اُن کے یہ دعوے قرآن شریف کے مطابق نہیں ہوتے اور نہ اس کسوٹی پر صادق ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ فرماتا ہے **وھو یتولی الصالحین**۔ **ان اولیاءہ الا المتقون**۔ تو اسوقت افسوس سے ہمیں اُن لوگوں کی ہی حالت پر رحم آتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اصل سبب اسکا یہ ہے کہ انکا صدق و وفا اور اخلاص خدا کے نزدیک اُس درجہ کا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ دوسروں کے شرک سے قابل نفرت ہوگیا ہوا ہوتا ہے۔ ایمان کم ہوتا ہے اور لاف بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ بار بار فرماتا ہے **لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا**۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کو وعدہ خلاف یا جھوٹا کہیں۔ اور اُسکی نسبت الزام کا خیال بھی کریں۔ اصل میں ایسے لوگوں کا ایمان ناکارہ ایمان ہوتا ہے جو لعنت کے مورد ہوتے ہیں نہ رحمت کے وہ اصل میں خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ ظاہر کچھ ہوتا ہے۔ اور باطن کچھ۔ بھلا خلق نے تو دھوکا کھا ہی لیا۔ مگر وہ جسکی نظر اندرون در اندرون پہونچتی ہے وہ کسی کے دھوکہ میں آ سکتا ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ ساری کمندوں کو جلا دے اور صرف محبت الٰہی ہی کی کمند کو باقی رہنے دے۔ خدا نے بہت سے نمونے پیش کیے ہیں آدم سے لیکر اب تک وا[illegible]

موسیٰ عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک کل انبیا اسی نمونہ کی خاطر ہی تو اُس نے بھیجے ہیں۔ تا لوگ اُن کے نقش قدم پر چلیں۔ جسطرح وہ خدا تک پہونچے اُسی طرح اور بھی کوشش کریں سچ ہے کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔

یاد رکھو کہ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے اعمال سے ساری جماعت کو بدنام کرو۔ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں۔

بدنام کنندۂ نکو نامے چند

بلکہ ایسے بنو کہ تا تم پر خدا کی برکات اور اُسکی رحمت کے آثار نازل ہوں۔ وہ عمروں کو بڑھا بھی سکتا ہے۔ مگر ایک وہ شخص جس کا عمر پانے سے مقصد صرف ورلی دنیا ہی کے لذائذ اور حظوظ ہیں اُسکی عمر کیا فائدہ بخش ہو سکتی ہے اُسمیں تو خدا کا حصہ کچھ بھی نہیں وہ اپنی عمر کا مقصد صرف عمدہ کھانے کھانے اور نیند بھر کے سونے اور بیوی بچوں اور عمدہ مکان کے یا گھوڑے وغیرہ رکھنے یا عمدہ باغات یا فصل پر ہی ختم کرتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد ہے۔ اُس نے تو اپنا مقصود مطلوب اور معبود صرف خواہشات نفسانی اور لذائذ حیوانی ہی کو بنایا ہوا ہے۔ مگر خدا نے انسان کے سلسلہ پیدایش کی علت غائی صرف اپنی عبادت رکھی ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ پس حصر کر دیا ہے کہ صرف صرف عبادت الٰہی مقصد ہونا چاہیے اور صرف اسی غرض کے لیے یہ سارا کارخانہ بنایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے اور ہی اور ارادے اور اور ہی اور خواہشات ہیں۔

بھلا سوچو تو سہی کہ ایک شخص ایک شخص کو بھیجتا ہے کہ میرے باغ کی حفاظت کر اُسکی آب پاشی اور شاخ تراشی سے اُسے عمدہ طور کا بنا اور عمدہ عمدہ پھول بیل بوٹے لگا کہ وہ ہرا بھرا ہو جاوے۔ شاداب اور سر سبز ہو جاوے۔ مگر بجائے اسکے وہ شخص آتے ہی جتنے عمدہ عمدہ پھل پھول اُس میں لگے ہوئے تھے اُنکو کاٹ کر ضائع کرے یا اپنے ذاتی مفاد کے لیے فروخت کرلے اور ناجائز دست اندازی سے باغ کو ویران کر دے تو بتاؤ کہ وہ مالک جب آوے گا تو اُس سے کیا سلوک کریگا خدا نے تو اسے بھیجا تھا کہ عبادت کرے اور حق اللہ اور حق العباد کو بجا لاوے مگر یہ آتے ہی بیویوں میں مشغول بچوں میں محو اور اپنے لذائذ کا بندہ بنگیا اور اُس اصل مقصد کو بالکل بھول ہی گیا بتاؤ اُس کا خدا کے سامنے کیا جواب ہوگا

دنیا کے یہ سامان اور یہ بیوی بچے اور کھانے پینے تو اللہ تعالےٰ نے صرف بطور بھاڑے کے بنائے تھے جسطرح ایک یکہ بان چند کوس تک ٹٹو سے کام لیکر جب سمجھتا ہے کہ وہ تھک گیا ہے اُسے کچھ نہاری اور پانی وغیرہ دیتا ہے اور کچھ مالش کرتا ہے تا اُس کے تکان کا کچھ علاج ہو جاوے اور آگے چلنے کے قابل ہو اور درماندہ ہو کر کہیں ادھر ہی رہ نہ جاوے اس سہارے کے لیے اُسے نہاری دیتا ہے سو یہ دنیوی آرام اور عیش اور بیوی بچے اور کھانے کی چیزیں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھاڑے مقرر کیے ہیں کہ تا وہ تھک کر اور درماندہ ہو کر بھوک سے پیاس سے مر نہ جاوے۔ اور اُسکے قوی کے تحلیل ہونیکی تلافی مافات ہوتی جاوے۔ پس یہ چیزیں اُس حد تک جائز ہیں کہ انسان کو اُسکی عبادت اور حق اللہ اور حق العباد کے پورا کرنے میں مدد دیں۔ ورنہ اس حد سے آگے نکلکر وہ حیوانوں کی طرح صرف پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد بنا کر مشرک بناتی ہیں۔ اور وہ اسلام کے خلاف ہیں سچ کہا ہے کسی نے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است

تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

مگر اب کروڑوں مسلمان ہیں کہ اُنھوں نے عمدہ عمدہ کھانے کھانا عمدہ عمدہ مکانات بنانا اعلےٰ درجہ کے عہدوں پر پہونچنا ہی اسلام سمجھ رکھا ہے۔

مومن شخص کا کام ہے کہ پہلے اپنی زندگی کا مقصد اصلی معلوم کرے اور پھر اُسکے مطابق کام کرے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعاؤکم۔ خدا کو تمہاری پرواہی کیا ہے اگر تم اُس کی عبادت نہ کرو اور اُس سے دعائیں نہ مانگو یہ آیت بھی اصل میں اُس پہلی آیت کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہی کی شرح ہے۔ جب خدا کا ارادہ انسانی خلقت سے صرف عبادت ہے تو مومن کی شان نہیں کہ کسی دوسری چیز کو عین مقصود بنا لے۔ حقوق نفس تو جائز ہیں مگر نفس کی بے اعتدالیاں جائز نہیں۔ حقوق نفس بھی اس لیے جائز ہیں کہ تا وہ درماندہ ہو کر رہ ہی نہ جاوے تم بھی ان چیزوں کو اسی واسطے کام میں لاؤ ان سے کام اسواسطے لو کہ یہ تمہیں عبادت کے لائق بنائے رکھیں نہ اسلیے کہ وہی تمہارا مقصود اصلی ہوں۔

قرآن شریف تو موت وارد کرنا چاہتا ہے۔ کھانا پینا صرف جسم کے سہارے کے واسطے ہوں انسانی بدن ہر وقت چونکہ معرض تحلیل میں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے جائز رکھا کہ اس کے قوی کی بحالی رکھنے اور قیام کے لیے یہ چیزیں استعمال کیجاویں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کے شارح ہیں۔ آپ ایک موقعہ پر بڑے گھبرائے ہوئے تھے حضرت عائشہ کو کہا کہ اے عائشہ ہمیں آرام پہونچاؤ۔ اور اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے آدم کے ساتھ حوا کو بھی بنا دیا تا وہ اُس کے واسطے ضرورت کیوقت سہارے کا موجب ہو+

غرض یہ باتیں ہیں جنپر عمل کرنا اور اُنکو خوب یاد رکھنا ضروری ہے اور ان سب پر پوری طرح سے قائم ہونا چاہیے۔ دیکھو ایک طبیب جب نسخہ لکھکر دیتا ہے تو اُس کی پوری طرح تعمیل کرنی چاہیے ورنہ فائدہ سے ہاتھ دھونے چاہییں۔ ایک شخص اگر بجائے اُس نسخہ کے تحریر کردہ امور کے اُس کاغذ ہی کو دھو دھو کر پیے تو اُسے فائدہ کی اُمید ہوگی ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح تم بھی ہماری ہر ایک بات پر قائم رہو جھوٹی اور خشک محبت کام نہیں آتی۔ بلکہ تعلیم پر پوری طرح سے عمل کرنا ہی کارآمد ہوگا خدا تعالےٰ اپنے وعدہ کا سچا ہے۔ وہ بڑا رحیم کریم اور ماں سے باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے مگر وہ دغا باز کو بھی خوب جانتا ہے۔

تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ ایک شخص چاہتا تھا کہ وہ لوگوں کی نظر میں بڑا قابل اعتماد بنے اور لوگ اُسے نمازی اور روزہ دار اور بڑا پاکباز کہیں اور اسی نیت سے وہ نماز لوگوں کے سامنے پڑھتا اور نیکی کے کام کرتا تھا۔ مگر وہ جس گلی میں جاتا جدھر اُسکا گذر ہوتا تھا لوگ اُسے کہتے کہ دیکھو یہ شخص بڑا ریاکار ہے اور آپ کو لوگوں میں نیک مشہور کرنا چاہتا ہے

پھر آخر کار اُسکے دل میں ایکدن خیال آیا کہ میں کیوں اپنی عاقبت کو برباد کرتا ہوں۔ خدا جانے کس وقت مر جاؤں گا کیوں اس لعنت کو میں اپنے لیے تیار کر رہا ہوں۔ اُس نے صاف دل ہو کر پورے صدق و صفا اور سچے دل سے توبہ کی اور اُس وقت سے نیت کر لی کہ میں ساری نیک اعمال لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا کرونگا اور کبھی کسی کے سامنے نہ کرونگا چنانچہ اُس نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ پاک تبدیلی اُس کے دل میں بھر گئی نہ صرف زبان تک ہی محدود رہی۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو بظاہر ایسا بنا لیا کہ تارک صوم و صلوٰۃ ہے اور گندہ اور خراب آدمی ہے مگر اندرونی طور پر پوشیدہ اور نیک اعمال بجا لاتا تھا۔ پھر وہ جدھر جاتا اور جدھر اُسکا گذر ہوتا تھا لوگ اور لڑکے اُسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا نیک اور پارسا ہے۔ یہ خدا کا پیارا اور اُسکا برگزیدہ ہے۔

غرض اس سے یہ ہے کہ قبولیت اہل میں آسمان سے نازل ہوتی ہے اولیا اور نیک لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں۔ وہ اپنے صدق و وفا کو دوسروں پر ظاہر کرنا عیب جانتے ہیں۔ ہاں بعض ضروری امور کو جنکی اجازت شریعت نے دی ہے یا دوسروں کی تعلیم کے لیے اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔ نیکی جو صرف دکھانے کی غرض سے کیجاتی ہے وہ ایک لعنت ہوتی ہے خدا کے وجود کے ساتھ دوسروں کا وجود بالکل ہیچ جاننا چاہیے دوسروں کے وجود کو ایک مردہ کیڑے کی طرح خیال کرنا چاہیے ان سے کسی قسم کے نفع یا ضرر کا خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ کچھ کسی کا بگاڑ نہیں سکتے اور نہ سنوار سکتے ہیں۔ نیکی کو نیک لوگ اگر ہزار پردوں کے اندر بھی کریں تو خدا نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اُسے ظاہر کر دے گا اور اسی طرح بدی کا حال ہے۔

بلکہ لکھا ہے کہ اگر کوئی عابد زاہد خدا کی عبادت میں مشغول ہو اور اُس صدق اور جوش کا جو اُسکے دل میں ہے انتہا کے نقطہ تک اظہار کر رہا ہو۔ اور اتفاقاً کنڈی لگانی بھول گیا ہو تو کوئی اجنبی یا ہر سے آکر اُسکا دروازہ کھول دے تو اُسکی حالت بالکل وہی ہوتی ہے جو ایک زانی کی عین زنا کے وقت پکڑا جانے سے۔ کیونکہ اصل غرض تو دونوں کی ایک ہی ہے یعنی اخفائے راز اگرچہ رنگ الگ الگ ہیں ایک نیکی کو اور دوسرا بدی کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ غرض خدا کے بندوں کی حالت تو اُس نقطہ تک پہونچی ہوئی ہوتی ہے نیک بھی چاہتے ہیں کہ ہماری نیکی پوشیدہ رہے اور بد بھی اپنی بدی کو پوشیدہ رکھنے کی دعا کرتا ہے مگر اس امر میں دونوں نیک و بد کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو قانون بنا رکھا ہے کہ واللّٰہ مخرج ما کنتم تکتمون

خدا کی رضا میں فانی لوگ نہیں جانتے کہ اُنکو کوئی درجہ اور امامت دی جاوے وہ ان درجات کی نسبت گوشہ نشینی اور تنہا عبادت کے مزے لینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں مگر اُنکو خدا تعالیٰ کشاں کشاں خلق کی بہتری کے لیے ظاہر کرتا اور مبعوث فرماتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی تو غار میں ہی رہا کرتے تھے اور ہرگز نہ چاہتے تھے کہ انکا کسیکو پتہ بھی ہو آخر خدا نے اُنکو باہر نکالا اور دنیا کی ہدایت کا بار اُنکو سپرد کیا + آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہزاروں شاعر آتے اور آپ کی تعریف میں شعر کہتے تھے۔ مگر لعنتی ہے وہ دل جو خیال کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکی تعریفوں سے پھولتے تھے۔ وہ اُن کو مردہ کیڑے کی طرح خیال کرتے تھے۔ مدح وہی ہوتی ہے جو خدا آسمان سے کرے

یہ لوگ محبت ذاتی میں غرق ہوتے ہیں ان کو دنیا کی مدح و ثنا کی پرواہ نہیں یعنی تو یہ مقام ایسا ہوتا ہے کہ خدا آسمان اور عرش سے اُن کی تعریف اور مدح کرتا ہے۔

سنو ہماری یہ باتیں اس واسطے نہیں کہ ہم کسی کے ایمان کو کچھ بڑھا سکتے ہیں یا کسی کے دل میں کچھ ڈال سکتے ہیں۔ نہیں ہم کسی کے ایمان کو ایک ذرہ بھر بھی زیادہ نہیں کر سکتے ہم صرف اس واسطے کہتے ہیں کہ تم اتنے جمع ہو شاید ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات پکڑ لے اور اُسکی اصلاح ہو جاوے توفیق تو سب اللہ ہی کی ہے۔

خدا تعالیٰ قادر ہے کہ کسی کے دل میں ایمان کی حقیقی جڑ لگا دے اور پھر اُسے اُسکے ثمرات کھلا دے یا کسیکو اُسکی بدی کی وجہ سے قہر کی آگ سے ہلاک کرے۔ پس دعا ہی کرنی چاہیے تا اسکی توفیق شامل حال انسان ہو

دربار شام

۲۴ مارچ

طاعون کا ذکر ہوتے ہوتے فرمایا کہ اصل میں لوگ اس کے حقیقی علاج کی طرف سے تو بالکل غافل ہیں اور اور طرف ہاتھ پاؤں مارتے پھرتے ہیں مگر جب تک وہ اسکے اصل علاج کی طرف رجوع نہ کریں گے تب تک نجات کہاں کوئی طبیبوں یا ڈاکٹروں کی طرف بھاگتا ہے اور کوئی ٹیکہ کے واسطے بازو پھیلاتا ہے کوئی نئے تجربہ سے اور کسی ایجاد کے درپے ہے۔ ہماری شریعت نے اگرچہ اسباب سے منع تو نہیں کیا بلکہ فیہ شفاء للناس سے معلوم ہوتا ہے کہ دواؤں میں خدا تعالیٰ نے خواص شفا مرض بھی رکھے ہوئے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دواؤں میں تاثیرات ہوتی ہے۔ اور امراض کے معالجات ہوا کرتے ہیں مگر ان اسباب پر بھروسہ کر لینا اور یہ گمان کرنا کہ انہی کے ذریعہ سے نجات اور کامیابی ہو جاوے گی یہ سخت شرک اور کفر ہے۔ بھروسا اسباب پر ہرگز نہ چاہیے۔ بلکہ یوں چاہیے کہ اسبابکو مہیا کر کے پھر بھروسہ خدا پر کرنا چاہیے کہ اگر وہ چاہے تو ان اسباب کو مفید بنادے اور اُسی سے پھر بھی دعا کرنا چاہیے کیونکہ اسباب پر نتائج مترتب کرنا تو اُسی کا کام ہے اور یہی توکل ہے

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور نماز کے متعلق ہمیں کیا حکم ہے۔

فرمایا نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرما دیجاوے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور ہمیں فرصت بھی نہیں ہوتی ہے تو آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو کہ جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے۔

یہی کہ اپنے عجز نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا۔ اور اُسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اُسکی عظمت اور اُسکے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اُس کے آگے سجدہ میں گر جانا اُس سے اپنی حاجات کا مانگنا یہی نماز ہے۔ ایک سائل کیطرح کبھی اُس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے۔ اُس کی عظمت اور جلال کا اظہار کرکے اسکی رحمت کو جنبش دلانا اور پھر اُس سے مانگنا۔ پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔

انسان ہر وقت محتاج ہے کہ اُس سے اُسکی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اُسکے فضل کا اُسی سے خواستگار رہو کیونکہ اُسی کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا ہمکو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کرلیں۔ خدا کی محبت اُسی کا خوف اُسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔ پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا یہ تو دین ہرگز نہیں یہ سیرت کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ اذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تمکو نہ بھولوں گا تمھارا خیال رکھونگا اور میرا شکر کیا کرو میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی کے ترک اور اُس سے غفلت کا نام کفر ہے پس جو دم غافل وہ دم کافر والی بات صاف ہے۔

یہ پانچ وقت تو خدا تعالیٰ نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں۔ ورنہ خدا کی یاد میں تو ہر وقت دلکو لگا رہنا چاہیے۔ اور کبھی کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیے اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اُسی کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان اس سے انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ پر کسیطرح کی امید اور بھروسہ کرنے کا حق رکھ سکتا ہے۔ اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہونچنا ہے اُس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اُتنا ہی زیادہ تیزی کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا۔ سو خدا تک پہونچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اسکا بُعد اور دوری بھی لمبی۔ پس جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے اور اُسکے دربار میں پہونچنے کی خواہش رکھتا ہے اُسکے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہونچ سکتا ہے اور جسنے نماز ترک کردی وہ کیا پہونچے گا۔

اصل میں مسلمانوں نے جب سے نماز کو ترک کیا یا اُسے دل کی تسکین آرام اور محبت سے اُسکی حقیقت سے غافل ہو کر پڑھنا ترک کیا ہے تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرض زوال میں آئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں نمازیں سنوار کر پڑھی جاتی تھیں غور سے دیکھ لو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا ایکدفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا۔ جب سے اسے ترک کیا وہ خود متروک ہو گئے ہیں۔ درد دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے ابھی نماز میں ہی ہوتے ہیں کہ خدا نے اُس امر کو حل اور آسان کر دیا ہوا ہوتا ہے۔ نماز میں کیا ہوتا ہے یہی کہ عرض کرتا ہے التجا کے ہاتھ بڑھاتا ہے اور دوسرا اُسکی عرض کو اچھی طرح سنتا ہے۔ پھر ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جو سنتا تھا وہ بولتا ہے اور گذارش کرنے والے کو جواب دیتا ہے۔ نمازی کا یہی حال ہے خدا کے آگے سربسجود رہتا ہے اور خدا کو اپنے مصائب اور حوائج سناتا ہے پھر آخر سچی اور حقیقی نماز کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک وقت جلد آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُسکے جواب کے واسطے بولتا اور اُسکو جواب دیکر تسلی دیتا ہے بھلا یہ بجز حقیقی نماز کے ممکن ہے ہرگز نہیں۔ اور پھر جنکا خدا ہی ایسا..... نہیں وہ بھی گئے گذرے ہیں اُن کا کیا دین اور کیا ایمان ہے۔ وہ کس اُمید پر اپنی اوقات ضائع کرتے ہیں۔

ہمارے زمانہ میں جو سوال پیش ہوا کہ کیا وہ وجوہات ہیں جنسے اسلام کو زوال آیا اور پھر وہ کیا ذریعے ہیں جنسے اسکی ترقی کی راہ نکل سکتی ہے۔ اس کے مختلف قسم کے لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق جواب دیے ہیں مگر سچا جواب یہی ہے کہ قرآن کو ترک کرنے سے تنزل آیا اور اسی کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے سے ہی اُسکی حالت سنور جاوے گی۔ موجودہ زمانہ میں جو لوگ اپنے خونی مہدی اور مسیح کی آمد کی اُمید اور شوق ہے کہ وہ آتے ہی انکو سلطنت دیگا اور کفار تباہ ہونگے یہ ان کے خام خیال اور وسوسے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جسطرح ابتدا میں دعا کے ذریعہ شیطان کو آدم کے ذریعہ زیر کیا تھا اسی طرح اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلط عطا کریگا نہ تلوار سے۔ ہر ایک امر کے لیے کچھ آثار ہوتے ہیں اور اُسکے پہلے تمہیدیں ہوتی ہیں جو ہونہار پردے کے چمکتے چمکتے پات۔ بھلا اگر ان کے خیال کے موافق یہ زمانہ اُن کے دن پلٹنے کا ہی تھا اور مسیح نے آکر اُن کو سلطنت دلانی تھی تو چاہیے تھا کہ ظاہری طاقت اُن میں جمع ہونے لگتی۔ ہتھیار اُن کے پاس زیادہ رہتے ہیں۔ فتوحات کا سلسلہ اُن کے واسطے کھولا جاتا ہے مگر یہاں تو بالکل ہی برعکس نظر آتا ہے۔ ہتھیار اُن کے ایجاد نہیں ملک و دولت ہے تو اوروں کے ہاتھ ہے ہمت و مردانگی ہے تو اوروں میں۔ یہ ہتھیاروں کے واسطے بھی دوسروں کے محتاج دن بدن ذلت اور ادبار ان کے گرد ہے۔ جہاں دیکھو جس میدان میں سوا نہیں کو شکست ہی۔ بھلا کیا یہی آثار ہوا کرتے ہیں اقبال کے ہرگز نہیں۔ یہ بھولے ہوئے ہیں۔ زمینی تلوار اور ہتھیاروں سے ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ابھی تو ان کی خود اپنی حالت ایسی ہے کہ بیدینی اور لامذہبی کا رنگ ایسا آیا ہے کہ قابل عذاب اور مورد قہر ہیں پھر ایسوں کو کبھی تلوار ملی ہے ہرگز نہیں ان کی ترقی کی وہی ایک ہی راہ ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کی تعلیم کے مطابق بنا دیں اور دعا میں لگ جاویں۔ انکو اب اگر مدد آوے گی تو آسمانی تلوار سے اور آسمانی حربہ سے نہ اپنی کوششوں سے اور دعا ہی سے انکی فتح ہے نہ قوت بازو سے۔ یہ اس لیے کہ جسطرح ابتدا ہی انتہا بھی اُسی طرح ہے۔ آدم اول کو شیطان پر فتح دعا ہی سے ہوئی تھی۔ ربنا ظلمنا انفسنا۔ الخ اور آدم ثانی کو بھی

ہوا۔ آخری زمانہ میں شیطان سے آخری جنگ کر کے بطور دعا کے ذریعہ سے فتح ہوئی ++

دربار شام

۱۴ مارچ

چند نو وارد شخصوں نے بیعت کی اور بعد از بیعت فرمایا - دیکھو بیعت تو تمہاری ہو چکی تم کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو - خدا کا قہر سخت ہوتا ہے اگرچہ دنیا کا عذاب بھی سخت اور نا قابل برداشت ہوتا ہے مگر تاہم جس طرح ہو اچھے برے دن گذر جاتے ہیں مگر آخرت کا عذاب تو ناپیدا کنار ہے - ایسے مناسب ہے کہ اسکے واسطے کافی سامان کیا جاوے ہمیں کہنا پڑتا ہے کیونکہ جو شخص آتا ہے اور بیعت کرتا ہے ہم پر فرض ہوتا ہے کہ اُسے کرنے اور نہ کرنے کے کاموں سے آگاہ کریں - جیسا بےخبر آیا تھا ویسا ہی بےخبر واپس نہ جاوے ایسا ہو نہیں معصیت کا خوف ہے اُسے کیوں نہ بتا یا گیا - سو تم سوچ لو کہ مقدم امر دین ہی کا ہے دنیا کے دن تو کسی نہ کسی طرح گذر ہی جاتے ہیں -

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

غربا اور مساکین بھی جنکو کھانیکو ایک وقت ملتا ہے اور دوسرے وقت نہیں ملتا اور آرام کے مکان بھی نہیں ہوتے اُن کی بھی گذر ہی جاتی ہے اور امرا اور پلاؤ زردے کھانے والوں اور عمدہ مکانوں اور بالاخانوں میں رہنے والے بھی اپنے دن پورے کر ہی لیتے ہیں کسی کا دکھ درد سے اور کسی کا عیش میں گذارہ ہوتا ہے - مگر عاقبت کا دکھ جھیلنا بہت مشکل ہے - اور وہ عذاب اور اُسکے دکھ درد نا قابل برداشت ہوں گے لہذا دانا وہی ہے کہ جو اُس ہمیشہ رہنے والے جہان کی فکر میں لگ جاوے - سو تم نماز و نکو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اُسکے فرمودہ کے بموجب کرو اُسکی نواہی سے بچے رہو اُسکے ذکر اور یاد میں لگے رہو - دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو اپنی نمازوں میں جہاں جہاں رکوع و سجود میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو - اور غفلت کی نماز کو ترک کر دو - رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضور قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ زاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسطرح سے ادا کی جاوے کہ گویا اُسکو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ ہی تمکو دیکھ رہا ہے اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو -

دیکھو یہ زمانہ بے وقت موتوں کا زمانہ آ گیا ہے بھلا پہلے کبھی تم نے اپنے باپ دادا سے بھی سنا ہے کہ اسطرح اچانک موت کا سلسلہ کبھی جاری ہوا ہو - رات کو اچھا بھلا کام کاج کرتا اور چلتا پھرتا آدمی سوتا ہے اور صبح کو ایسی نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے کہ جس سے جاگتا ہی نہیں - ایسے جس گھر میں یہ موت آئی گھر کا گھر اور گاؤں کے گاؤں اس نے خالی کر دیئے ابھی انجام کی خبر نہیں - کیا کیا دن آنے ہیں - ایک نادان اپنی نادانی کی وجہ سے جب طاعون چند دن کے لیے رک جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کسی مصلحت سے اُسے بند کر تا ہے وہ کہتا ہے کہ بس اب گئی اب نہیں آوے گی - اور ایسا ہمیشہ ہی ہوا کرتا ہے کہ بیماریاں آتی ہیں چار دن رہ کر چلی جاتی ہیں - مگر خدا کی بار بار یہ تدابیر دیکھ کر وہ نادان ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ مہلت دیتا ہے کہ بھلا ابھی ان میں کچھ صلاحیت اور تقویٰ اور خوف بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں - اس طاعون کا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ ایک ایک دورہ ستر ستر سال کا ہوا کرتا ہے اس سے تو جنگل کے جانوروں نے بھی پناہ مانگی ہے - جب انسانوں کو ختم کر چکتی ہے تو اُس جنگل کے حیوانوں اور درندوں کو بھی ختم کر دیتی ہے -

ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ بچا لیتا ہے اُن لوگوں کو جو ان مصائب اور عذابوں کے نازل ہونے سے پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرتے اور دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں - خدا تعالیٰ اُنکی حفاظت خود کرتا ہے عذابوں اور شدائد کے وقتوں میں جو آرام اور عیش کے وقت میں اُس سے ڈرتے اور پناہ مانگتے ہیں مگر جب عذاب کسی پر نازل ہو جاوے تو تب توبہ بھی قبول نہیں ہوتی -

پس اب موقعہ ہے کہ تم خدا کے سامنے اپنے آپ کو درست کر لو اور اُسکے فرائض کی بجا آوری میں کمی نہ کرو - خلق اللہ سے کبھی بھی خیانت - ظلم - بدخلقی - ترشروئی ایذادہی سے پیش نہ آؤ - کسی کی حق تلفی نہ کرو - کیونکہ ان چیزوں کے بدلے میں بھی خدا مواخذہ کرے گا - جسطرح خدا کے احکام کی نافرمانی اُسکی عظمت - توحید - اور جلال کے خلاف کرنے اور اُس سے شرک کرنا گناہ ہیں اسی طرح اسکی خلق سے ظلم کرنا - اور اُنکی حق تلفیاں نہ کرو - زبان یا ہاتھ سے دکھ دیا کسی قسم کی گالی گلوچ دینا بھی گناہ ہیں پس تم دونوں طرح کے گناہوں سے پاک بنو اور نیکی کو بدی سے خلط ملط نہ کرو -

تمہارا دین اسلام ہے اسلام کے معنی ہیں خدا کے آگے گردن رکھدینا - جسطرح ایک بکرا ذبح کرنے کی خاطر منہ کے بل لٹایا جاتا ہے اسی طرح تم بھی خدا کی احکام کی بجا آوری میں بےچون و چرا گردن رکھدو - جبتک کامل طور سے تم اپنے ارادوں سے خالی اور نفسانی ہوا و ہوس سے پاک نہ ہو جاؤ گے تب تک تمہارا اسلام اسلام نہیں ہے - بہت ہیں کہ ہماری ان باتوں کو قصہ کہانی جانتے ہوں گے اور ٹھٹھے اور ہنسی سے انکا ذکر کرتے ہونگے مگر یاد رکھو کہ یہ اب آخری دن ہیں - خدا تم فیصلہ کرنا چاہتا ہے لوگ بےحیائی - حیلہ بازی اور [illegible] میں حد سے زیادہ گذر گئے جاتے ہیں - خدا کی عظمت و جلال اور توحید کا اُن کے دلوں میں ذرا بھی خیال نہیں گویا نا سنک مت ہو گئے ہیں - کوئی کام بھی اُن کا خدا کے لیے نہیں ہے - پس ایسے وقت میں اُس نے اپنے ایک خاص بندہ کو بھیجا ہے تا اُسکے ذریعہ سے دنیا میں ہدایت کا نور پھیلا وے - اور گم شدہ ایمان اور توحید کو از سر نو دنیا میں قائم کرد مگر جب دنیا نے اسکی پیروا نہ کی اور الٹا دکھ دیا اور اسکی تکذیب کے لیے کمربستہ ہو گئے تو خدا نے اُنکو قہر کی آگ سے ہلاک کرنا شروع کیا - کئی طرح کے عذابوں سے اُسنے دنیا کو جگایا ہے - کہیں قحط ہوئے اور کہیں زلزلے آئے آتش فشانیاں ہوئیں ہزار در ہزار لوگ تباہ ہوئے اُنھیں میں سے ایک طاعون بھی ہے یہ دورہ ہو گی اور نہ جاوے گی جب تک یہ دنیا کو سیدھا نہ کرلے - لوگ تسلی پا جاتے ہیں کہ بس اب گئی اب نہیں آوے گی مگر وہ دھوکا کھاتے ہیں ان نادانوں کا تو کام ہی خدا سے جنگ کرنا ہو گیا ہے - مگر وہ کہاں تک - وہ دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ میں خدا موجود ہوں اور ان کی بیباکیوں اور شرارتوں کو دور کرنا چاہتا ہوں مگر آہستہ آہستہ اُسکے تمام کام بتدریج ہوا کرتے ہیں - جب وہ دیکھتا ہے کہ دنیا طرح طرح کے خدا اور شیطانوں سے بھر گئی اور خدا کا نام دنیا سے اٹھ گیا [illegible] توحید اور اُسکی کتاب [illegible]

کی تنبیہ کی گئی تو وہ ایسے وقت میں اپنے خاص رحم سے اپنے رحمت کا دروازہ کھولتا ہے اور اپنی خلقت کو ایک ایسے شخص کے سپرد کرتا ہے جو اسکو خدا کے عذاب سے بچاکر شاہراہ پر تنقیش کرتا اور اُنکا بڑا خیر خواہ ہے مگر جب دنیا اُسکی پرواہ نہیں کرتی اور بجائے اسکے کہ اس سے محبت کریں اُسکو ستایا جاتا اور دکھ دیا جاتا ہے تو خدا بھی اپنے غضب سے دنیا میں اپنا عذاب نازل کرتا ہے۔ نافرمانوں کو آگ کی طرح بھسم کرتا ہے اور خدا کی سلطنت کا رعب قائم کرنا اور صادق کی نصرت اور اُسکے ہمراہیوں کو بطور نمونہ اُس سے بچاتا ہے بس اب یہ وقت ہے توبہ کرو۔ اگر عذاب آگیا تو پھر توبہ کا دروازہ بھی بند ہو گیا۔

توبہ میں بہت کچھ ہے۔ دیکھو جب کوئی بادشاہ کسی امر کے متعلق سمجھا دے کہ تم اس سے رک جاؤ تمھارا بھلا ہو گا۔ تو اگر وہ شخص رک جاوے تو بہتر ورنہ پھر اُسکا عذاب کیسا سخت ہوتا ہے۔ اسطرح پہلے چھوٹے چھوٹے عذابوں سے خدا تعالے لوگوں کو سمجھوتیاں دیتا ہے کہ باز آجاؤ موقع ہے ورنہ پچھتاؤ گے مگر جیسا وہ نہیں سمجھتے اور اُسکی نافرمانی سے نہیں رکتے تو پھر اُسکا عذاب ایسا ہوتا ہے

لا یخاف عقبٰہا

تم لوگوں نے جو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اسی پر بھروسہ نہ کر لینا صرف اتنی ہی بات کافی نہیں زبانی اقرار سے کچھ نہیں بنتا جب تک عملی طور سے اُس اقرار کی تصدیق نہ کر کے دکھلائی جاوے۔ یوں زبانی تو بہت سے خوشامدی لوگ بھی اقرار کر لیا کرتے ہیں مگر صادق وہی ہے جو عملی رنگ سے اُس اقرار کا ثبوت دیتا ہے۔ خدا کی نظر انسان کے دل پر پڑتی ہے۔ پس اب سے اقرار سچا کرلو اور دل کو اس اقرار میں زبان کے ساتھ شریک کرلو کہ جہانتک تم میں طاقت ہے ہر قسم کے گناہ سے شرک وغیرہ سے بچیں گے غرض حق اللہ اور حق العباد میں کوئی کمی یا سستی نہیں کرینگے اسی طرح سے خدا تمکو ہر طرح کے عذابوں سے بچاوے گا اور تمھاری نصرت ہر میدان میں کرے گا۔

ظلم کو ترک کرو۔ خیانت۔ حق تلفی ایسا شیوہ نہ بناؤ۔ اور سب سے بڑا گناہ جو غفلت ہے اُس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

علماء اسلام۔ مولوی ثناء اللہ اور مصنف المنصف

امرتسر کے اخبار وکیل کی ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں خاکسار مصنف المنصف نے ایک استفسار علماء کرام سے عموماً اور مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی سے خصوصاً کیا تھا اور مجھے اُمید تھی کہ میں بہت جلد اس کے جواب کو پڑھنے کے قابل ہو سکوں گا۔ مگر میں نہایت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ اخبار وکیل کی ۲۳ مارچ کی اشاعت نے مجھے کسی حد تک مایوس کر دیا ہے اس اشاعت میں مولوی ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری (مولوی فاضل) کی طرف سے اسکے جواب میں ایک تحریر شائع ہوئی ہے جو یہی نہیں کہ میرے سوال کا جواب نہیں بلکہ علماء کرام کی توہین کرنے والی بھی ہے اور خصوصاً اراکین ندوۃ العلماء کی۔

اس تحریر سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے چند اغراض ملحوظ رکھے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ وہ بھی علماء کرام میں شامل ہوں دوم اپنی ایک کتاب کا اشتہار دیں تیسرے دوسرے علما کی نسبت یہ ظاہر کریں کہ ان کی رائیں ہمیشہ بودی اور کچی ہوتی ہیں اور اس طرح پر انکو بدنام کریں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس تحریر کے ذریعہ سے آپکو علماء کرام کے زمرہ میں داخل کرنا چاہا ہے مجھے اس سے کوئی بحث نہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ لہو لگا کر شہیدوں میں ملنا چاہتے ہیں اور میرے استفسار کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ میں نے تو اس استفسار کا جواب مانگا ہے اور نہ یہ کہ آپ سے المنصف پر ریویو لکھواؤں۔ المنصف پر ریویو ان علماء کرام نے کیا ہے جو مسلمانوں میں واجب العزت سمجھے جاتے ہیں اور آپ نے انکو اپنی اس رائے زنی میں نہایت ہی سبک سری سے یاد کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسکی کوئی خاص وجہ ہے اور جیسا کہ میں ابھی ظاہر کروں گا ضرور ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میرے اس رسالہ المنصف کو سیکڑوں علماء کرام اسلام نے میری زبان سے سنا اور نہایت پسند فرمایا مولانا مولوی عبد الحق صاحب مفسر تفسیر حقانی دہلوی۔ مولانا مولوی محمود الحسن صاحب اُستاد اول مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند اور مولانا مولوی گل محمد صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ مراد آباد ملا عبد القیوم صاحب معتمد چندہ حجاز ریلوے رئیس حیدر آباد دکن نے ملاحظہ فرما لیا۔ اور اپنے دست مبارک سے شہادت تحریر فرما دی ہیں میں نہیں سمجھتا کہ آپ نے کیوں علماء کرام کی نسبت کیسے یہ ظاہر کیا کہ جن ارکان ندوہ نے اس کتاب پر دستخط کر دیے ہیں انھوں نے غالباً بغور نہیں دیکھی یا شروع سے دیکھی ہے۔ مولوی صاحب! مجھے آپ کے اس سوء ظن پر بہت ہی افسوس ہے کیا آپ اراکین ندوہ کی نسبت ایسی رائے رکھتے ہیں کہ وہ بغیر دیکھے یا غور کیے ہوئے اپنی رائے ظاہر کیا کرتے ہیں؟ یا انصاف کو ہاتھ سے دیکر جھوٹی اور خوشامدانہ رائیں بھی ظاہر کر دیا کرتے ہیں اس سے آپ ایسے علماء کرام کو گویا منافق بنانا چاہتے ہیں پھر دوسرے شرعی فتووں میں انکی رائے کا کیا وزن اور اہمیت ہو گی؟ مگر نہیں میں اسکو آپ کا سوء ظن اور انتقام سمجھتا ہوں۔ علماء ندوہ نے امرتسر کے اجلاس پر آپ کی کتاب کے متعلق جو اشتہار شائع کیا تھا اور بھرے جلسہ میں کہ آپ لیکچر پڑھ رہے تھے وہ اشتہار سنایا گیا اُسوقت جو خفت آپ نے محسوس کی اور لیکچر بھی ناتمام چھوڑا وہ واقعہ مجھے بھولا نہیں بلکہ میرا چشمدید ہے غالباً یہ اسی اشتہار کا بدلا آپ نے اس پیرایہ میں لیا ہے اور ندوہ کے اراکین کو اسطرح سے بدنام کرنا چاہا ہے۔ میں تو قرآن دان نہیں لیکن آپ کو تو مفسر ہونے کا دعویٰ ہے مہربانی کر کے بتائیے کہ یہ حسن ظن ہے یا سوء ظن؟ مسلمان خود آپ ہی اس سوال کا جواب لیں گے اور آپ کے اسطریق کی پڑتال کرینگے لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے منہ سے ایسے الفاظ سنتا ہوں۔ وکیل کے پڑھنے والوں کو بھی ضرور افسوس ہوا ہو گا۔ اور پھر تعجب ہی کہ آپ میری کتاب پر مان نہ مان میں تیرا مہمان کے مصداق ہو کر رائے زنی کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ نے اس کتاب کو پڑھا ہی نہیں اور یا پڑھا ہے تو سمجھا نہیں اور ناحق بیچارے ویدانتیوں پر حملہ کر دیا۔

میں نے اس ساری کتاب میں کہاں دعویٰ کیا ہے کہ میں دیانند سرسوتی کے اعتراضوں کا جواب اسلامی طریق پر دیتا ہوں؟ بلکہ میں نے تو اُسکے اعتراضوں کا جواب ویدک اصول پر دیا ہے۔ اور وہ تو یہ یا ویدانتیوں کے اصول پر

مولد غلام

نہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مذہب وہابی کا کبھی نام ہی سنا ہے اور معلوم نہیں کہ ان کے کیا عقائد ہیں ؟ ورنہ اگر اس مذہب کی حقیقت آپکو معلوم ہوتی تو المنصف کی تحریر کو اس کے ساتھ تشبیہ نہ دیتے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپکو اپنی کتاب کا اشتہار دینا مقصود تھا۔ اس لیے آپ نے رسالہ **المنصف** کو بے اثر بنانے کے لیے علماء ندوہ کی بھی توہین کر دی تا کہ انکی سندات سے اسکی وقعت قائم نہ رہے۔ مگر مولوی صاحب اس سے کیا ہوتا ہے آپ نے اگر میرا سندی کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے تو مجھے پر کیا احسان؟ پھر سہولت یہی ہے ان اعتراضوں اور جواب کو جو آیت مذکور پر انھوں نے کیے ہیں اور آپ نے دیے ہیں اخبار میں شائع کرا دیتے تو سب کو فائدہ پہنچ جاتا۔ مگر اصل غرض کتاب کی فروخت معلوم ہوتی ہے۔ اور اس طرح پر اشتہار دینا چاہا ہے۔ ورنہ اس کے کیا معنے کہ آپ اس کتاب کو میرے پاس نہیں بھیجتے۔ حالانکہ اس ہی کو میرے استفسار کا جواب بتاتے ہیں۔

غرض آپ نے میرے استفسار کا جواب دینے کے بجائے بلا وجہ جو علماء کرام کی تنقید پر حملہ کیا ہے اور اراکین ندوہ پر اعتراض کیا ہے اسکی وجہ وہی جلسہ والا انتقام ہے اور میری کتاب پر حملہ کرنا محض اسلیے ہے کہ اسکو بیکار ثابت کرنا چاہا ہے مگر آپ اپنی نیت کا پھل پائیں گے اور اسمیں کامیاب نہ ہوں گے۔ اور اسلامی دنیا آپ کے اس جواب کے نتائج پر خود غور کرے گی +

اگر آپ پھر کچھ لکھیں گے تو انشاء اللہ آپکی تسلی کر دوں گا۔ میں انصاف کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا + آپ میں ان اعتراضوں کا جواب دینے کی کوئی قوت ہے تو پھر شائع کریں

خاکسار نند کشور مصنف المنصف

بمبئی زیر تعلق کتاب جیوش انسائکلوپیڈیا

لغایت ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء

منشی محمد مقبول صاحب } بارک ماسٹر جیٹ کاپیہ }	۵	شیخ رحمۃ اللہ صاحب	۵
جماعت کپورتھلہ	۵	ابو سعید صاحب عرب	سے
		قاضی کرم الٰہی صاحب امرتسر	۶

بابو محبوب علی صاحب جمالپور کلرک دفتر ریلوے	۲ر
شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد	عہ
ڈاکٹر عبادا اللہ صاحب امرتسر	۱۵ر
سید عبد الہادی صاحب جھنگ	۵
بابو غلام حسین صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ	سے
مولوی علی محمد صاحب نکبر بایں	۸ر
مولوی اللہ دتا صاحب ربانہ سہو	۸ر
بابو روشن دین صاحب خوشحال گڑھ	۸ر
منشی احمد الدین صاحب گجرانوالہ	۲ر
میر ناصر نواب صاحب قادیان	عہ
مستری عبد اللہ صاحب پالم پور	۸ر
منشی رستم علی صاحب انبالہ	۵
مولوی جان محمد صاحب ڈسکہ	عہ
مستری قطب الدین صاحب	عہ
بابو محمد اسحٰق صاحب سب اوورسیر	عہ
بابو غیرت علی صاحب باری باتڈا	۸ر
مولوی محمد فضل صاحب چنگوی	۱ر
معراج الدین صاحب لاہور	عہ
چودھری غلام احمد صاحب گلگت	۵
منشی گلاب الدین صاحب رہتاس	۱ر
بابو خیر الدین صاحب خوشحال گڑھ	۸ر
مرزا عباس علی صاحب "	۱ر
منشی محمد زمان صاحب "	۴ر
منشی اللہ دتا صاحب قلعہ دیدار سنگھ	۳ر
مولوی غلام قادر صاحب مدرس ملکا	عہ

میزان ۱ر عہ

آمد لغایت ۲۱ مارچ ۱۹۰۳ء مابہ عہ ۱۰ر

باقی احباب بہت جلد توجہ فرماویں

محمد علی قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء

پنڈت نند کشور صاحب قادیان میں

گذشتہ اور پیوستہ ہفتہ قادیان میں عجیب رونق کا ہفتہ تھا پنڈت نند کشور صاحب مصنف المنصف قادیان میں آئے اور انھوں نے بذریعہ اشتہار اطلاع دی کہ آریہ سماج کی ان غلط تعلیموں پر لیکچر دیا جو سناتن دھرم کے خلاف پنڈت دیانند نے نکالی ہیں۔ پنڈت نند کشور صاحب نے پنڈت دیانند کے وید بھاش اور ستیارتھ پرکاش کے حوالوں ہی سے اپنے لیکچر کو مرتب کیا مگر ہم افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ قادیان آریہ سماج کے نئے نئے ممبر لیکچر کے دوران میں اپنے جوش کو روک نہ سکے + اور بار بار انھوں نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ لیکچر نہ ہونے پاوے مگر یہ بلا انکے سر سے نہ ٹلی۔ لیکچر سے پہلے بھی بڑی کوشش کیگئی کہ کسیطرح لیکچر نہ ہونے پاوے چنانچہ پہلے خود سماج کیطرف سے ایک گالیوں سے پر گستاخانہ اشتہار شائع کیا گیا جسمیں پنڈت نند کشور صاحب پر ذاتی حملے تھے اور پھر دوسرے ہندوؤں کو بہکانا شروع کیا گیا کہ پنڈت در اصل مسلمان ہے اور جینی وخیال ہے اور ایک فرضی یا موقوف شدہ سناتن سبھا اور معزول یا مستعفی ممبر کی طرف سے بھی نوٹس دلوایا جو خود ہی سماج کی کارروائی تھی کہ پنڈت نند کشور صاحب لیکچر نہ دیں ورنہ خود ذمہ دار ہونگے۔ مگر پنڈت نند کشور صاحب نے ان باتوں کی کچھ پرواہ نہ کی اور بازار میں دو لیکچر دیے۔ آریہ سماج کو شاستراتھ کا بھی چیلنج دیا جو لیکن عذرات پر ٹالا گیا۔ آخر پنڈت نند کشور صاحب ایک مفصل اشتہار شائع کرکے قادیان سے رخصت ہوئے۔

منارۃ المسیح

منارۃ المسیح کی تعمیر کا کام جیسا کہ ہم پہلے اطلاع دے چکے ہیں شروع ہو چکا ہے۔ بنیادیں بھری جا رہی ہیں۔ اول اول جب منارۃ المسیح کی تعمیر کے متعلق حضرۃ حجۃ اللہ نے اشتہار شائع کیا تھا اسوقت بعض مخلص احباب نے اس قسم کے خط بھیجے تھے کہ ہم کوئی نقد چندہ منارہ میں دینے کے قابل نہیں لیکن جسوقت منارہ کا کام شروع ہوگا اسوقت اگر اطلاع دیجاوے تو ہم اس عمارت پر کام کرنیکو بڑے فخر سے آمادہ ہیں۔ ایسے خطوط چونکہ محفوظ نہیں رکھے گئے اسلیے کہ فرداً فرداً اطلاع دینا مشکل تھا لہذا بذریعہ اخبار شائع کیا جاتا ہے کہ منارۃ المسیح کا کام شروع ہو گیا ہے جو صاحب اس مبارک عمارت پر کام کرنیکے آرزومند ہیں وہ آئیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

المنصف مصنفہ پنڈت نند کشور صاحب تصدیق قرآن مجید میں ہندو ہوکر یہ پہلے ہندو ہیں جنہوں نے الہیات رسالہ لکھا قیمت ۸ حکیم فضل الدین قادیان

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً

ایک پنجابی خطبہ کا ماحصل جو ۲۷ مارچ کو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا

انبیا علیہم السلام کی بعثت کی غرض اور ان کے آنے کی بہت بڑی ضرورت یہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے یاایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ایمان والو! سارے کے سارے ملکر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

انسان جو کہ فطرتاً مدنی الطبع بنایا گیا ہے جب تک وہ اسلام میں داخل نہیں ہوتا وہ راحت اور آسائش حاصل نہیں کر سکتا جو اسکی فطرت چاہتی ہے۔ کیونکہ اسلام سچائی سچائیوں اور پاک تعلیموں اور ان کے مفید اور پاک نتائج کا نام ہے

تمدنی ضرورتوں میں سے یہ ضرورت بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان باہم ملکر رہیں اور کوئی کسی دوسرے پر ظلم و زبردستی نہ کرے اور باہم اتلاف حقوق نہ ہو۔ بلکہ باہم محبت اور الفت سے رہیں اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں جو انسان کی پیدایش کی علت غائی ہے لیکن یہ بھی اللہ تعالےٰ کی کوئی حکمت ہے کہ اکثر انسانوں میں جھگڑے اور بکھیڑے قائم ہو جاتے ہیں اور امن میں فرق آجاتا ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی حالت خراب ہوتی ہے اللہ تعالےٰ ایک شخص کو بھیجتا ہے جو بچھڑوں ہوؤں کو باہم ملا دیتا ہے اور خونخوار لوگوں میں صلح کرا دیتا ہے۔ اسکا سب سے بڑا نمونہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں دکھایا گیا ہے جب آپ نے ظہور فرمایا اسوقت عربوں میں بڑی خطرناک لڑائیاں ہوتی تھیں اور صدیوں تک ایک دوسرے کا بدلہ لینے کے لیے مرتے رہتے تھے خون کا بدلہ ہی ان کے ہاں اعلیٰ درجہ کی کمالی سمجھی جاتی تھی اگر بیٹا باپ کا بدلہ نہ لے تو وہ ولد الحرام کہلائے۔ غرض ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ ان میں بڑے بڑے اہل الرائے اور مدبر بھی تھے مگر ایک بھی ایسا نہ تھا جو سب کو باہم ملا دے اور ان جنگوں کا خاتمہ کرے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب آئے تو آپ نے صدیوں کے جنگوں کا خاتمہ کر دیا اور اس آگ کے گڑھے سے انکو بچا لیا اور پھر کہا کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یہ عظیم الشان کامیابی کسی دوسرے نبی کی زندگی میں نظر نہیں آتی خواہ ساری دنیا کی تاریخ کو پڑھ کر دیکھ لو۔

غرض جب باہم پھوٹ پڑتی ہے اور وہ نفاق اور شقاق حد سے گذر جاتا ہے اس وقت اللہ تعالےٰ ایک مامور کو بھیجتا ہے جو آکر صلح کرا دیتا ہے یہ آیت جس میں ایمانداروں کو خطاب کیا گیا ہے کہ یاایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ بتاتی ہے کہ اسلام پر ایک حالت آنیوالی ہے جبکہ انکو اس خطاب کی ضرورت پیش آئیگی میرا دل بولتا ہے کہ وہ وقت آگیا ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت باہم ان کی تکفیر بازی سب و شتم اور نفاق و شقاق نے اس ضرورۃ کو پیدا کر دیا ہے کہ کوئی ایسا شخص آوے جو ان تمام نزاعوں کو دور کر کے سچا فیصلہ کر دے۔ اس وقت مقلد۔ غیر مقلد۔ رافضی۔ سنی کے جھگڑوں کو دیکھو۔ پیرزادوں اور فقیروں صوفیوں اور سجادہ نشینوں کے حالات مشاہدہ کرو۔ اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ کسقدر ضرورۃ ہے کسی صلح کرانے والے کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تباہ شدہ قوم عرب کے پراگندہ شیرازہ کو درست کیا اسوقت بھی ایسی ہی حالت تھی۔ لیکن جب وہ داخل اسلام ہوئے تو پھر انمیں مختلف راہیں اور مختلف مشرب و مذہب نہ رہے تھے بلکہ سب کے سب ایک امام و پیشوا کے متبع تھے لیکن اس وقت ہزار ہا خانوادہ اور مشرب نکلے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو ایک کرنے کے لیے ایک امام کی ضرورۃ ہے جو اسی روح اور قوت کے ساتھ آوے جسطرح عربوں کی حالت کی اصلاح کیلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اسی احمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام غلام احمد قادیانی کہلا کر آیا اور اس نے پھر ایک ہی قوم اور ایک ہی گدڑیا بنانا چاہا ہے۔ اسلام کا خاصہ ہے کہ وہ سب کو صلح کے جھنڈے کے نیچے لاتا ہے اس وقت باہم نزاعیں ہیں جھگڑے ہیں اور اسی امام کا نام اسی لیے حکم عدل رکھا گیا ہے اس تاریکی میں اللہ تعالیٰ نے ایک نور بھیجا ہے اب اس کی ... طاعت کے بغیر ممکن نہیں کہ یہ نفاق دور ہو۔ سچا مسلمان ہونے کے لیے ایک ہی راہ ہے کہ اس سلسلہ میں داخل ہو جاؤ تاکہ تمہاری قوم زندہ قوم ہو۔

خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ان باتوں پر عمل کریں اور امام کی محبت اور اطاعۃ دلوں میں پیدا ہو۔ آمین

دارالامان کا ہفتہ

اعلیٰ حضرت مسیح اہلبیت اللہ کے فضل سے بخیریت ہیں ایک جدید رسالہ حقیقۃ الدعا کے لیے قلم اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ اپنی روح القدس سے مدد کرے۔

بیت الدعا حضرت اقدس نے بیت الفکر کے ساتھ ایک حجرہ دعا کے لیے بنوانا تجویز فرمایا تھا جس میں کوئی چارپائی وغیرہ نہ آسکے خدا تعالیٰ کا شکر کہ بیت الدعا پورے طور پر بنکر تیار ہو گیا ہے ہمارے مخدوم شیخ رحمۃ اللہ صاحب بمبئی ہاؤس والے جو دینی خدمات میں مسابقت الی الخیرات کا جوش رکھتے ہیں بیت الدعا کی تعمیر کے کل اخراجات اپنے ذمہ لیے ہیں جزاہ اللہ خیر الجزاء یہ بیت الدعا اظہار دین کے لیے ایک میگزین ہوگا جہاں خدا کا برگزیدہ رسول اسلام کی نصرت اور تائید کے لیے کیسی کیسی دعائیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے جلال کے اظہار کا ذریعہ بنائے۔

ہم خدا تعالیٰ کے اپنے مامور اور مطہر کیے ہوئے مسیح کے حضور التجا کرتے ہیں کہ اے صادق مسیح خدا نے تیری دعاؤں کی قبولیت کا تجھے وعدہ دیا ہے یہی وجہ ہے کہ تیری روح میں دعاؤں کے لیے بڑا جوش ہے تو بیت الدعا میں اسلام کی عزۃ و عظمت و جلال کے لیئے بڑی بڑی دعائیں کرے گا۔ اپنی جماعت کے لیے بھی دعائیں کرے گا خاکسار اڈیٹر الحکم نیز ایک ناکارہ عاجز خادم ہے اسکی کوئی ذاتی علمی عملی خوبی نہیں البتہ اسکے یہ فخر ہے کہ وہ تیرے کلمات طیبات کی اشاعۃ کا ادنیٰ خادم ہے وہ الحکم کے ذریعہ تیری جناب میں دعا کا خواستگار ہے کہ اسکے خاتمہ بالخیر ہونے کی بشارت دی جاوے کہ اللہ تعالیٰ اسکو اور اسکی اولاد کو قرآن شریف کا سچا متبع اور اس کا خادم بنائے۔ آمین

اطلاع

پہلی سہ ماہی گذر گئی خریداران اخبار اپنے اپنے ذمہ کے مطالبات بھیجکر کارخانہ کی اعانت فرماویں۔ خاکسار مینیجر

مختصر نوٹ اور نکات

ناظرین الحکم کو ۱۳۲۱ ہجری کا آغاز مبارک ہو۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالف غور کریں کہ چودھویں صدی میں سے پورے بیس سال گذر گئے اور اکیسواں شروع ہوگیا مگر انکا خیالی مسیح آسمان سے نہ اُترا۔ حالت موجودہ ایسی ہے کہ زبان فریاد میدارد کہ بشتابید نصرت را۔ نشانات جو بتائے گئے تھے پورے ہوگئے مگر کم فہم ابھی تک منتظر ہیں کہ مسیح آسمان سے منڈلاتا ہُوا اُترے غافلو سوچو! اسلام کی حالت موجودہ کیسی ہے؟ اور اسکی حفاظت کیلئے اب کیا ہوا ہے؟۔ اور خدا تعالیٰ کے انا لہ لحافظون اور وعدہ استخلاف کو جو پورا ہوچکا ہے جھٹلانیوالی نہ ٹھیرو اتقوا اللہ! اتقوا اللہ!! اتقوا اللہ!!!۔

آیت نبوّت کہو برہان رسالت کہو معجزہ یا خارق عادت کہو انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اس میں داخل ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جسکی کتاب اپنے ہادی کی زبان میں بعینہٖ اسطرح شہرت پذیر ہو + تراجم مترجمین کے بہرحال خیالات ہیں گو لغت کے ہی ماتحت کیوں نہ ہو حفاظت قرآن کے جو اسباب اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ اُن میں سے ایک زبردست سبب مجددین کی بعثت بھی ہے۔ جو ہر صدی پر ضروری ہوتی ہے لیکن کیا یہ نادانی نہیں اور اس آیت رسالت کی تکذیب نہیں جبکہ عملی طور پر مانا جاتا ہے کہ اس چودھویں صدی میں کوئی مجدّد نہیں آیا؟ یہ صرف منکرین کی اپنی کور چشمی کا نتیجہ ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے وعدے سچّے اور اسکے برگزیدہ رسول محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز و خوارق ہر زمانہ میں صحیح و صادق اور تازہ ہیں + اس صدی کا آنیوالا مجدد جسکا کام کاسر الصلیب تھا آگیا + اسکی تائید میں ہزاروں نشان صادر ہوئے اور سعیدوں نے فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں مگر

کور چشم آنانکہ در انکار ہا اُفتادہ اند

عیسائی کفارہ کا مسئلہ پیش کرتے وقت خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عادل ہے۔ اسلئے بلا سزا نہیں چھوڑ سکتا اور رحیم ہے اسلئے اسکو چھوڑنا چاہیئے۔ اور اسکی یہی صورت ہے کہ تقاضائے رحم سے مسیح کو پھانسی دیا + اس فلاسفی پر ہمیں حیرت ہے یہ عجب طرز اجتماع عدل و رحم کی ہے کہ نہ عدل رہا نہ رحم بے گناہ کو پھانسی دیا عدل جاتا رہا۔ اور اسپر رحم نہوا۔ گناہگاروں کو چھوڑ دیا تو چلو عدل کو جواب ملا۔ اور دونوں صفتوں کا تعطّل لازم آیا۔

ماسوا اسکے خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم کی نظیریں جبکہ دنیا میں موجود ہیں اور ہم ہر روز دیکھتے ہیں پھر اسکو ناممکن کیوں کہا جاتا ہے کہ عدل اور رحم جمع نہیں ہوسکتے؟ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو آرام کا محتاج بنایا۔ اور اسکے قویٰ میں انکی ترکیب کے بموجب مختلف تقاضے اور جذبات اور گوناگوں میلان اور تعلقات رکھے ہیں اور پھر اُس کے قویٰ کے تعلقات کے مناسب اس عالم میں اسباب و آلات بھی پیدا کئے اب اگر کوئی شخص اُس قانون قدرت کی خلاف ورزی کرتا ہے اور اسکی پاداش میں کسی مرض و علت میں گرفتار ہوتا ہے تو عدل اسے ماخوذ کرتا ہے مگر معاً رحم نے ہزاروں ہزار علاج اور دوائیں اسکے لئے مہیّا کردی ہیں اور فضل اسے اس مرض سے نجات دیکر اصلی صحت کا مزا چکھا دیتا ہے یہ مشاہدہ صحیح ہے اسکو کوئی باطل نہیں کرسکتا ہے پھر کیسی نادانی اور حماقت ہے کہ کہا جاوے عدل اور رحم کے تقاضوں کو پورا کرنیکے لئے خدا تعالیٰ معاذ اللہ ایسی راہ اختیار کرتا ہے کہ نہ عدل رہے نہ رحم! سوچو!!!

مشاہدہ صحیحہ جیسے بتاتا ہے کہ قانون قدرت کی خلاف ورزی کرنیوالے مجرم کیلئے عدل اور رحم کے دونو تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ایک بدکار قانون شریعت کی خلاف ورزی کرکے سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ لیکن رحم الٰہی نے اسکے لئے توبہ و انابت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ اگر اس نے خلوص قلب سے سچی توبہ کی اور بڑی تضرع سے اپنے خالق کی طرف رجوع کیا ہے تو فضل الٰہی اسکے شامل حال ہوکر اسکے سارے گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔ اسی مشاہدہ کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ فضل کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

سوال ہوتا ہے کہ توبہ کیا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے مَن تابَ وعَمِلَ صالحاً فانّہٗ یتوبُ الی اللہ متابا کسی گناہ کی توبہ کا مفہوم اصلی یہ ہے کہ اسکے بالمقابل نیکی کو اختیار کیا جاوے مثلاً حرام کار کی توبہ یہ ہے کہ عفت اختیار کرے اور دروغگو کی توبہ یہ ہے کہ راستباز بنے علیٰ ہذا القیاس۔ پس وہ کیسے نادان ہیں جو توبہ کی حقیقت سمجھے بغیر اسپر اعتراض کرتے ہیں۔

جسطرح پر روشنی اور اسکے انوار فی حد ذاتہ روشنی بخش ہیں الّا اگر کوئی تاریک جھونپڑے میں گھسا ہُوا ہو اور اسے روشنی نہ پہنچے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ روشنی نور بخش نہیں ہے۔ نہیں وہ فی ذاتہ نور ہے اور اسی لئے نور بخش ہے مگر اسے حاصل کرنا چاہیئے۔ اور روشنی لینے اور اسکے انوار کا مظہر بننے کیلئے جمیع سامان کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً اندھیری کوٹھڑی سے باہر اور اسکے خطوط شعاعی کے محیط میں موجود ہونا ایسا ہی آخرت کے نور اور اُس کے سامان کے حصول کیلئے یہاں فضل اور نجات کے سامان کی ضرورت ہے اور وہ سامان جاذب فضل اور مقناطیس رحم سچّا ایمان ہے۔

کوئی مذہب آسمانی ایسا نہیں جسمیں دعاوں کی تاکید نہو اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جسکی فطرت ایک ایک وقت اُسکو دعاؤں کی طرف نہ جھکاوے۔ پھر وہ انسان کیسا لامذہب اور فطرت انسانی و مشاہدات جاودانی کی طرف سے کیسا جاہل ہے جو دعاؤں کو فضول یا غیر مقبول خیال کرتا ہے اور وہ قوم کیسی نادان ہے جس نے عدم قبولیت دعا کو اسکا ایمانی مسئلہ قرار دیا ہے۔

دعا ایک ایسا فطرتی امر ہے کہ اس سے بجز کسی بلید اور کودن کے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ دنیا کا کوئی ملک یا شہر اور گاؤں تو درکنار کوئی گھر بھی ایسا نہیں جس میں دعا پر فطرتی ایمان ہونیکا ثبوت نہ ملتا ہو کہیں بڑے چھوٹوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اور کہیں چھوٹے بڑوں کے حق میں کہیں نوکر اپنے آقاؤں کو دعا دیتا ہے کہیں آقا نوکر کے لئے کہیں دوست دوست کو دعائیں دیتا ہے اور کہیں دشمن کو دشمن یہ دعائیں سلام گوڈ مارننگ۔ جیتے رہو۔ خوش رہو اسی فطرتی ایمان کا ظہور ہیں تمام زبانوں میں خدا تعالیٰ کے نام قاضی الحاجات مجیب الدعوات۔ رحیم کریم۔ وغیرہ بھی قبولیت دعا کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ پھر ایسے عام یقین سے انکار کرنا جسپر تمام بنی نوع کی فطرتیں۔ زبانیں۔ رسومات اور عبادات شاہد ہیں اور جسپر تمام آسمانی تعلیموں کا اتفاق ہے کیسی جہالت ہے!!!۔

تقویٰ ایک فطرتی امر ہے جو ہر ایک انسان کے اندر بدی کے وقت ظاہر ہوتا ہے متواتر سرکشیوں اور بدیوں کیساتھ یہ خوف زائل ہو جاتا اور خدا پرستی اور نیکوکاری کے ساتھ بڑھتا ہے چنانچہ یہ علم مشاہدہ کی باتیں ہیں کہ جو جرم انسان نے پہلے کبھی نہیں کیا جب اوّل بار اسکے کرنے کا ارادہ کرے تو طرح طرح سے اس کا نور قلب اُسکو ڈراتا اور سمجھاتا ہے۔ مگر بار بار وُہی ارادہ کرنے سے یہ خوف کم ہو جاتا ہے یہانتک کہ آخرکار ارتکاب ہی کر بیٹھتا ہے

جیسے فاسد عضلات و اعصاب میں جبتک کوئی ریشہ بھی اپنی اصلی حالت پر ہے اسوقت تک بجلی انمیں حرکت پیدا کرسکتی ہے اسیطرح پر انسان خواہ کیسا ہی ظالم علی نفسہ کیوں نہ ہو جبتک کوئی شمہ ایمان اور حیات روحانی کا اس میں باقی ہے اسوقت تک امید کیجاتی ہے کہ ذکر قرآن اسمیں تحریک پیدا کردے۔ اور یقیناً کرتا ہے لیکن جب عضو ماؤف کی سی حالت ہوجاوے تو پھر اسکا علاج ہی کیا بجز کاٹنے کے؟

انسان اپنی تنہائی یا خود مختاری میں جب کوئی بُرا ارادہ کرتا اور اسکی تکمیل کے واسطے تدابیر کرتا ہے۔ اُسوقت اُس کا اتالیق اور استاد تقویٰ ہی ہو سکتا ہے جو اسکو ان بدیوں سے بچانے کی ہدایت کرتا ہے + تقویٰ یعنے خوف الٰہی ہی اسکا واعظ اور محافظ ہوتا ہے جو اُسکو بدارادوں اور بدتدبیروں کے وقت فوراً تنبیہ کردیتا اور ضلالت سے بچانا چاہتا ہے

صحیفۃ الولاء پر ریمارک

نمبر ۴

پچھلے نمبر کے آخر میں صحیفۃ الولاء کے رافضی یا نیچری مصنف کے اس دعوی کی تنقید ہم نے کرنی چاہی ہے کہ مرزا صاحب کو نبی ہونے کا دعوی ہے اور اس تنقید کے لئے ہم نے بتایا ہے کہ پہلے یہ سوال قابل جواب ہے کہ کیا آنیوالا مسیح نبی ہوگا یا نہیں۔ اور اسی سوال کے ضمن میں دوسرا سوال قابل بحث یہ رہ جاتا ہے کہ کیا مسیح امت محمدیہ کے آنیکی ختمیت ٹوٹتی ہے یا نہیں۔ ... پھر [illegible] یہ ظاہر کیا ہے کہ [illegible] ثابت ہے کہ آنیوالا موعود نبی ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں نبی اللہ اس کے لئے آیا ہے۔ تو [illegible] زیر بحث یہ باقی رہ گیا کہ [illegible] مرزا صاحب [illegible] ہیں یا نہیں۔ [illegible] اس سوال کے جواب [illegible] کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی ناصری نبی فوت ہو چکا ہے [illegible] مقدس کتاب [illegible] شریعت [illegible] آنیوالا موعود مسیح [illegible] وفات مسیح پر بحث کرینگے ہمکو اس مقام پر کوئی ضرورت نہیں کیونکہ [illegible] واحد علی صاحب [illegible] محترم بزرگ [illegible] بالفاظ [illegible] مسیح کے موافق وفات مسیح کے قائل [illegible] ہمکو اس بحث کو چھوڑ کر آگے چلنا چاہیئے [illegible] مسیح اور مہدی کے آنیکے بھی [illegible] صاحب [illegible] چاہیئے اور کچھ تعجب نہیں [illegible] مگر ہم انکو ان کو [illegible] ضرور [illegible] مسیح اور مہدی [illegible] موعود کی [illegible] اس سے اس سوال کو حل کرنا ضروری ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے ثبوت میں پہلا امر [illegible] طلب ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت سے ہوگا۔

اولاً ہم قرآن شریف سے اس امر پر بحث کرتے ہیں۔ اور منجملہ ان آیات کے جو اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا ایک یہ آیت ہے۔

وعد اللہ الذین امنو منکم وعملو الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم الآیۃ۔

یعنے اللہ تعالی نے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وعدہ فرمایا ہے جو ان کو زمین پر انہیں خلیفوں کی مانند خلیفہ کریگا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے خلافت کا وعدہ مومنوں اور اعمال صالحہ کرنیوالوں سے کیا ہے۔ اور یہ وعدہ اسی رنگ اور صورت پر ہوگا جسطرح پہلے خلیفے مقرر ہوئے تھے۔ وہ پہلے خلیفے حضرت موسی علیہ السلام کی امت کے خلفا رہے جنکو اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کے استحکام اور قیام کیلئے پے درپے بھیجا تھا اور حضرت موسی علیہ السلام کے بعد کوئی صدی ایسی نہیں گذری جسمیں کوئی مجدد دین موسوی کا خلیفہ نہ آیا ہو۔ چنانچہ قرآن شریف کی یہ آیت اس امر کی تصدیق اور تائید کرتی ہے۔

ولقد آتینا موسی الکتب وقفینا من بعدہ بالرسل وآتینا عیسے ابن مریم البینت الآیۃ۔

مذہبی تاریخ صحیح سے اس امر کا صاف پتہ لگتا ہے کہ خلفا جو حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کے قیام کے لئے آتے رہے **قفینا من بعدہ بالرسل** کے مصداق ہیں انکی تعداد بارہ تھی اور تیرھویں خلیفے حضرت مسیح علیہ السلام تھے جو حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کے **مسیح موعود** اور خاتم الخلفا رہے۔ اب آیت استخلاف کو غور سے پڑھو اور اس کے الفاظ کما پر تدبر کرو تو یہ لفظ نشان میل کیطرح بتاتا ہے کہ اسی طرز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خلفا کا سلسلہ ضروری ہے۔ اور ایسی مشابہت و مماثلت کے لئے ناسخ [illegible] کما سے پیدا ہوتی ہے ضروری ہے کہ یہ معنی [illegible] **خاتم الخلفا** اور مسیح موعود ہو۔ اور [illegible] وہ بارہ خلیفے حضرت موسی علیہ السلام کی قوم سے تھے اور خاتم الخلفا درحقیقت موسی کی قوم میں سے تھا اسی طرح پر اللہ تعالی نے محمدی سلسلے کے خلفا کو موسوی سلسلے کے خلفا سے مشابہت دیکر صاف طور پر سمجھا دیا کہ اس سلسلے کے آخر میں خاتم الخلفا مسیح موعود ہوگا۔ اور یہ آخری خلیفہ بھی جو خاتم ولایت محمدیہ ہے وہ محمدی قوم میں سے نہیں ہے یعنے قریش میں سے نہیں اور یہی وجہ ہے کہ آخری خلیفہ اپنے آباو اجداد کے رو سے اس قوم میں سے نہیں تا الحقوق شابہ [illegible] الکمل اور اتم طور پر ہو جاتا ہے۔ پس اس آیت پر غور سے نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود اسی امت میں سے ہونا چاہیئے کیونکہ جبکہ نص قطعی قرانی یعنی کما کے لفظ سے ثابت ہوگیا کہ سلسلہ استخلاف محمدی کا سلسلہ استخلاف موسوی سے مماثلت رکھتا ہے جیسا کہ اسی کما کے لفظ سے ان دونوں نبیوں یعنی حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت ثابت ہے جو آیۃ **کما ارسلنا الی فرعون رسولا** سے سمجھی جاتی ہے اور جسکی تائید اور تصدیق توریت کی کتاب استثنا کی پیشگوئی بھی کر رہی ہے اور یہ مماثلت اسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے جبکہ محمدی سلسلے کے آنیوالے خلیفے گذشتہ خلیفوں کا **عین** نہوں بلکہ غیر ہوں۔ کیونکہ مشابہت اور مماثلت میں من وجہ مغایرت ضروری ہے اور کوئی چیز اپنے نفس کے مشابہ نہیں کہلا سکتی۔ پھر اگر ہم یہ فرض کریں کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدیہ کا جو تقابل کے لحاظ سے حضرت عیسے علیہ السلام کے مقابل پر واقع ہوا ہے اور جسکی نسبت اسی مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے یہ ماننا ضروری ہے کہ وہ اس امت کا خاتم الخلفا رہے جیسا کہ حضرت عیسے علیہ السلام تھے اگر وہی عیسے علیہ السلام ہو باوجود اسکے کہ وہ وفات پا چکے باوجود اس کے کہ کوئی مردہ واپس اس دنیا میں نہیں آتا باوجودیکہ کوئی جنت سے نکالا نہیں جاتا۔ پھر آجائینگے تو اس سے قران شریف کی تکذیب لازم آتی ہے۔ کیونکہ قرآن شریف جیسا کہ لفظ کما سے مستنبط ہوتا ہے دونو سلسلوں کے خلفا کو من وجہ مغائر قرار دیتا ہے اور یہ ایک نص قطعی ہے جسکو ساری دنیا بھی ملکر رد نہیں کر سکتی۔ اب کیسے واضح طور پر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنیولا **مسیح موعود** اسی امت سے ہوگا۔ پھر قرآن شریف کی ایک اور آیت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ **مسیح موعود** اسرائیلی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قران شریف میں بنی اسرائیل کے لئے آیا ہے کہ **ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ** اور اس قوم کو مغضوب علیہم ٹھیرایا اور ان کی عزت و رفعت کے اسباب میں سے بعثت انبیا و ملوک تھی اس قوم میں جیسے سلسلہ سلطنت منقطع ہوگیا اسطرح پر نبوت کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے میں یہی سر تھا۔ لیکن اب اگر حضرت مسیح پھر آجاویں تو اس مغضوب اور **ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ** کی مصداق قوم کو عزت اور رفعت دی گئی جو قران شریف کے اس منشا کے خلاف ہے اس سے بھی صاف طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنیوالا **مسیح موعود** اسی امت سے ہوگا۔

پھر ایک اور امر بھی قابل غور ہے بنی اسرائیل کے معائب اور مثالب جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں انہیں درحقیقت اس ایک امر کی طرف اشارہ ہے کہ امت محمدیہ میں بھی ایک وقت اس قسم کی بداطواریاں پیدا ہو جائینگی چنانچہ حدیث صحیح نے اس کی توضیح کر دی ہے کہ یہود کیطرح یہ ہو جائینگے کہ اگر کسی یہودی نے ماں سے زنا کیا ہے تو یہ ایسا بھی کرینگے اب بگڑنے میں تو یہ امت انکے ساتھ مماثلت پیدا کرے اور اصلاح کے لئے یہ ہو کہ **مصلح** پہلے یہودیوں میں سے آئے۔ یہ کیسی مضحکہ خیز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **قوت قدسی** پر حملہ کرنے والی بات ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ آنیوالا مسیح اسی امت سے ہوگا۔

اور پھر آیت **آخرین منہم لما یلحقوا بہم** کے متعلق بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یہ جماعت مسیح موعود کی جماعت ہے۔ اب اگر اسرائیلی مسیح کے ذریعہ فیض پہونچنے والا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کہاں رہے۔ خاتم الانبیاء تو مسیح اسرائیلی جا ٹھہرا۔

اسی طرح پر بہت سی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں جو اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ آخری زمانہ میں آنیوالا **امام** اور **مسیح** موعود اسی امت میں سے ہوگا۔

اور **احادیث** صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ **آنیوالا مسیح** جس کا اس امت کے لئے وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا منجملہ ان کے بخاری اور مسلم کی وہ حدیث ہے جسمیں **امامکم منکم** اور **امکم منکم** لکھا ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے ہوگا چونکہ یہ حدیث آنے والے **مسیح موعود** کی نسبت ہے اور اسی کی تعریف میں اس حدیث میں **حکم** اور

سلسلۂ عالیہ احمدیہ اور عالمِ اخبارات

سلسلۂ عالیہ احمدیہ کی روز افزوں ترقی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ و دعوت کے میدان کی وسعت سلسلہ کو اخبارات کی تحریریں عالمِ اخبارات میں اس سلسلہ کو ذکر کا باعث ہوتے رہتے ہیں اسلئے ہم عند الضرورت ان تحریروں پر نوٹس لینے کے لیے الحکم کا ایک حصہ مختص کرتے ہیں۔

ایڈیٹر

پیسہ اخبار غالباً اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس سلسلہ کی وقعت کم کرنیکے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دے۔ گرایسے معلوم ہو جائیگا کہ خدا جسکو بلند کرنا چاہتا ہے کوئی اسکو گرا نہیں سکتا۔ ایڈیٹر صاحب ۲۸ - مارچ کی اشاعت میں اپنے اردو زبان کے ماہوار رسالے کے عنوان کے نیچے اشاعت السنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء کے رسالے میں علاوہ دیگر مضامین کے جو سب پڑھنے کے قابل ہیں ایک بہت لمبا مضمون میرزا آف قادیان کی پیشگوئی کا پورا نہ ہونا کے عنوان سے شایع ہوا ہے۔ اصل غرض ایڈیٹر صاحب کی اس آخری فقرہ کے اندراج سے تھی۔ مگر ہمیں افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ پیسہ اخبار کے ایڈیٹر یا ایڈیٹر صاحبان کو یہ ریمارک کرتے ہوئے اتنا خیال نہ آیا کہ پورے چھ ماہ بعد جس رسالہ کی اشاعت کا ذکر کرتے ہیں کیا وہ اس چھ مہینے کے اندر متواتر وقت پر شایع ہوتا رہا ہے۔ اور اگر اسکی اشاعت اسی حد تک ثابت ہو کہ چھ مہینے میں ایک ہی نمبر نکلا ہو تو پھر شاید پیسہ اخبار کو اشاعت السنہ کی اشاعت ثانی پر افسوس کرنا پڑیگا کیا پیسہ اخبار کا ایڈیٹر اس نکتہ پر غور کریگا؟۔

ست دھرم پرچارک آریہ سماج قادیان کے جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے ان ہفوات اور گالیوں پر اترآیا ہے جو جلسہ میں دی گئی تھیں ہم اس جلسہ کے حالات تحریر کرتے وقت ان تمام امور کو ملحوظ رکھیں گے اور انشاء اللہ دکھائینگے کہ آریہ سماج نے کہاں تک قبول حق سے اعراض کیا ہے؟ اور اسکی اصل غرض کیا تھی؟ ذرا انتظار کیجئے۔!!!

وکیل میں کپورتھلہ کے ایک پروفیسر صاحب کا خط حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کے نام شایع ہوا ہے جو اسکی دو تین اشاعتوں میں ختم ہوا ہے۔ ہم اس خط کا ایک جواب بذریعہ الحکم انشاء اللہ جلد تر شایع کرینگے۔

مذہبی اور اسلامی دنیا

بیگم بھوپال کا اعلان طاعون کے متعلق سرکار عالیہ بھوپال نے طاعون کے متعلق کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ اعلان شایع کیا ہے جسکا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس اعلان کو پڑھکر سرکار عالیہ کی خدا ترسی اور خداشناسی کا کیفقدر پتہ لگتا ہے جو ہمارے لئے باعث مسرت ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ بیگم کا اعلان بہت موثر ثابت ہوگا۔ قدیم زمانے میں الیسا دستور تھا کہ جب ملک پر کوئی آفت یا وبا آتی تو وہ نہ صرف رعایا ہی کو اعمال صالحہ کی ہدایت کرتے اور خشوع و خضوع سے دعائیں مانگنے کے احکام صادر کرتے بلکہ خود بھی ابتہال اور اضطراب کے ساتھ دعاؤں میں مصروف ہوتے اور مشکلات اور آفات کے دور ہونیکی کلید دعا ہی کو سمجھتے اور اس کی نتایج سے فایدہ اٹھاتے۔ اس زمانہ میں جبکہ خدا تعالیٰ کے پاک نام کو ہنسی میں اڑایا جاتا ہے۔ بیگم بھوپال کا یہ اعلان بہت ہی قابل قدر ہے۔ کیا اچھا ہو کہ تمام حکمران اس قسم کے اعلان شایع کریں بہر حال اسکا خلاصہ یہ ہے کہ

"کثرت معاصی اور اخلاقی کمزوری کے باعث یہ خدا کا غضب نازل ہوا ہے۔ مخلوق کو چاہیئے کہ توبہ کرے۔ استغفار پڑھے اور درگاہ خداوندی میں التجا کے ساتھ دعا مانگے امید ہے کہ خدا رحم فرمائیگا وہ ارحم الرحمین ہے۔ اسکے سوا کوئی شخص تدبیر نہیں کرسکتا۔"

یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ عام مخلوق کے ساتھ میں بھی اس تضرع و زاری اور دعا میں شریک ہوں۔

اسلام میں عورتوں کی حالت ایک جرمن پروفیسر نے ان یورپین مصنفوں کو تاریخی شہادتوں کی بنا پر معقول جواب دیا ہے جو اسلام پر عورتوں کو سخت حقیر سمجھنے کے متعلق الزام لگاتے ہیں اس نے کئی عالم و فاضل اور عابد و زاہد اور شجاع و دلیر مسلمان عورتوں کا ذکر کر کے ثابت کیا ہے کہ جو منزلت اسلام نے عورتوں کو ہر لحاظ سے دی ہے وہ بلاشبہ قابل رشک ہے۔ ہمارے کالموں میں گنجائش نکل آئی تو ہم ارادہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اس مضمون کو پورا چھاپ دیا جاوے۔

مسئلہ تقلید کرزن گزٹ میں چند سوالات شایع ہوئے تھے انہیں سے ایک مسئلہ تقلید بھی تھا اسپر ۲۳ مارچ کی اشاعت میں ایک مولوی صاحب اس کا جواب تحریر کرتے ہیں اور اہل حدیث کے عام مشرب اور مذاق پر لکھتے ہیں مگر ان کی تحریر میں ایک بات قابل غور ہے۔ وہ اپنے مخالف کو جواب دیتے ہوئے جواب پوچھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو کس مذہب کے موافق فتوے دیں گے؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اور کتاب و سنت کو مقدم کرینگے" ہم اس جواب کی بڑی قدر کرتے ہیں اور اسکو یہانتک صحیح سمجھتے ہیں لیکن ہم مجیب صاحب سے ایک بات ضرور پوچھنی چاہتے ہیں کہ بیشک مسیح علیہ السلام نازل ہوکر کتاب و سنت کو مقدم کرینگے لیکن احادیث جو مختلف ہیں مثلاً شیعوں کی کچھ اور اور حنفیوں کی کچھ اور ان اختلافات میں وہ کس کے موافق فتوے دینگے؟ غالباً آپ کہیں گے اور کہنا چاہیے کہ چونکہ وہ **حَکَم** ہونگے جو فیصلہ وہ کرینگے وہ ناطق ہوگا جسے تسلیم کرلیا جاوے۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کا سمجھ لینا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔

روس میں مذہبی آزادی زار روس نے ایک اعلان شایع کیا ہے۔ جس کے رو سے ہر مذہب کے باشندگان روس کو مذہبی آزادی عطا کی گئی ہے؛ ور ہر ایک صوبہ اور مفصلات میں لوکل سیلف گورنمنٹ قایم کرنے کی تجویز کا اعلان کیا ہے اور کاشتکاروں کو بیگار میں پکڑنے کا دستور بند کیا گیا ہے ہندوستان کی رعایا کو برٹش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں رہ کر یہ حقوق اور رعائتیں عرصہ دراز سے حاصل ہیں بحالیکہ روسی رعایا نے بہت سی خون خرابوں بلووں اور ہنگاموں کے بعد یہ رعائتیں حاصل کی ہیں۔ برٹش گورنمنٹ نے جو مذہبی آزادی دے رکھی ہے اسکی نظیر کسی دوسری سلطنت کے ماتحت اسوقت ہرگز ممکن نہیں +

البُشریٰ

یعنی

مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی خوشخبری پہنچانے والا عربی اور فارسی زبان کا ماہوار رسالہ

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں البشریٰ کا مفصل اشتہار شائع ہوچکا ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ ناظرین الحکم اس رسالہ کے جلد ہی اجرا کے لئے کوشش کریں گے۔

درخواستیں آنی شروع ہوگئی ہیں میں اسکی ضرورت اور اہمیت پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں سمجھتا ان ملکوں میں اس دعوت کی پہنچانے کی ضرورت آپ لوگوں سے مخفی نہیں۔ یہ کام تو آخر ہوگا لیکن مبارک ہونگے وہ لوگ جنکو اس دعوت کے پہنچانے کے ثواب حاصل کرنے کا موقع ملیگا +

ضرورت

البشریٰ کے ایڈیٹوریل سٹاف میں ایک ایسے لایق عربی اور فارسی دان احمدی کی ضرورت ہے جو اردو سے عربی اور فارسی میں ترجمہ اور...

مطبع احمدیہ پریس میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر بفضلہ تعالیٰ شایع ہوا

عدل کا لفظ بطور صفت موجود ہے جو اس فقرہ سے پہلے ہے اس لئے امام کا لفظ بھی اسی کے حق میں ہے اور یہ ہی کچی اور سچی بات ہے کہ منکم کے لفظ میں صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے اور وہی مخاطب تھے لیکن ظاہر ہے کہ انمیں سے تو کسی نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ نہیں کیا اس لئے منکم کے لفظ سے کوئی شخص ایسا مراد ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں قائمقام صحابہ ہے اور وہ وہی ہے جسکو اس آیت مفصلہ ذیل میں قائمقام صحابہ کہا گیا ہے یعنی وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ

باقی آئندہ

ہماری لوکل ضروریات

افسران ضلع کے توجہ طلب

قادیان دارالامان حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا مرکز ہونے کی وجہ سے دن بدن ہر پہلو میں ترقی کر رہا ہے آبادی اسکی بڑھ رہی ہے۔ مختلف کارخانے یہاں کھلتے جاتے ہیں اور ضلع کے ذمہ وار آفیسرز کو بخوبی معلوم ہے یہاں کی ضروریات ان امور کی ترقی کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔

گذشتہ سے پیوستہ سال میں ہم نے بعض مختصر نوٹوں کے ذریعہ ذمہ وار حکام کو چند امور کیطرف توجہ دلائی تھی۔ اور ان پر کسی حد تک نوٹس لیا بھی گیا تھا مگر ایسا نوٹس حکام عدم وجود دفتر کا برابر کہنا چاہئے۔ اسوقت ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ایک ایسے سلیم الطبع اور دقیق الفہم انگریز ہیں جنکے حضور خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اس وقت سے ذاتی نیاز حاصل ہے جبکہ میجر ڈالس امرتسر کے ڈپٹی کمشنر تھے اور آپ کے ماتحت ایڈیٹر الحکم کو ۱۸۹۶ء کے محرم کی تقریب پر بحیثیت سپیشل پولیس آفیسر کام کرنا پڑا تھا اور صاحب موصوف نے ان خدمات کے قابل اطمینان ہونے پر خوشنودی مزاج کی سند بھی دی تھی + اس لئے ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر جانتے ہیں کہ میجر ڈالس ہمیشہ رفاہ عام کے کاموں کی طرف زیادہ دلچسپی لینے والے ہیں + اور رعایا کی بہبود اور سود کا آپ کو بہت لحاظ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپکی توجہ کے لئے چند امور پیش کرنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اسپر توجہ فرمائیں گے۔

اول قادیاں کی صفائی کے متعلق گذشتہ دو سالوں میں تحریک اور تجویز کی گئی تھی کہ قادیاں کو **نوٹی فائیڈ ایریا** قرار دیا جاوے اس کے متعلق ابتدائی کارروائی ہو چکنے کے بعد پھر کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ باشندگان نے جہاں تک ہم کو معلوم ہے تحصیلدار صاحب بٹالہ کے بالمواجہ تسلیم کر لیا تھا کہ **عملہ صفائی** اور زائد **عملہ حفاظت** کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ہوس ٹیکس دینے کو آمادہ ہیں۔ پھر نہیں معلوم کہ اس طرف کیوں توجہ نہیں ہوئی۔ آبادی کے دن بدن بڑھنے کی وجہ سے صفائی کی طرف زیادہ توجہ ہونی ضروری ہے۔ اور اسکا کامل انتظام بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ قادیان کو نوٹیفائیڈ ایریا قرار دیا جاوے اس صورت میں زائد عملہ حفاظت کا تقرر بھی عمل میں آ سکتا ہے +

دوم۔ قادیان سے بٹالہ کو جو سڑک جاتی ہے وہ سڑک اگرچہ اسپر مٹی وغیرہ ڈالی جاتی ہے لیکن پھر بھی یکوں کی کثرت آمدورفت کی وجہ سے کچھ ایسی خراب اور شکستہ رہتی ہے کہ بسا اوقات یکے اولٹ جاتے ہیں اور مسافروں کو تکلیف پہنچتی ہے + خصوصاً وہ حصہ جو قادیان سے نہر کی سڑک تک جاتا ہے۔ وہ بہت ہی خراب حالت میں رہتا ہے۔ اگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر خود کبھی اسطرف کا دورہ فرمائیں تو انکو اس سڑک کی حقیقت بخوبی معلوم ہو جاوے۔ یہ سڑک ہر حالت میں پختہ ہو جانی چاہئے اور اس سڑک پر کوئی درخت سایہ دار بھی نہیں + جو موسم گرما کی شدت میں راہ گیروں کو آرام پہنچا سکیں۔ امید کی جاتی ہے کہ ذمہ وار آفیسرز ان امور کی طرف متوجہ ہونگے۔

ڈاکخانہ قادیان

آخر قادیان کے پوسٹ ماسٹر صاحب کی تبدیلی کا سوال حل کر دیا گیا اور منشی بیلی رام سب پوسٹماسٹر ننیاں کو منشی نظام الدین کی جگہ بھیجدیا گیا۔ یہ تو سچ ہے کہ منشی بیلی رام صاحب پرانے زمانے کے ایک تجربہ کار برہمن ہیں۔ لیکن جبکہ **ننیاں کوٹ** میں اسی قدر کام کی کثرت نہیں جسقدر قادیان میں تو ان سے قادیان کے ڈاکخانہ کا کام تنہا نبٹنا کارے دارد۔ اور پوسٹل اتھارٹیز کو یہ سب امور اسوقت معلوم ہو سکتے ہیں جبکہ خود سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر قادیاں کے ڈاکخانہ کو آکر دیکھیں جو سب آفس ہونے کے وقت سے شاید ایک ہی مرتبہ دیکھا گیا ہے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ کا مقام ڈیرہ ہے اس لئے امید کیجاتی ہے کہ وہ خود آکر ڈاکخانہ کا ملاحظہ کریں اور کام کی کثرت کے سوال کو حل کرنیکی فکر کریں۔ علاوہ بریں الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ظاہر کیا تھا کہ ڈاک کی روانگی اور رسید کا موجودہ انتظام بالکل ناقابل اطمینان ہے۔ قادیان میں آنیوالی ڈاک ۳ بجے کے قریب تقسیم ہوتی ہے اور بسا اوقات ۳ کے بھی بعد + اور ہم نہیں جانتے کہ کیوں ایسا ہوتا ہے + اور جو ڈاک قادیاں سے روانہ ہوتی ہے وہ بٹالہ میں جاکر ایک روز برابر پڑی رہتی ہے۔ یعنی مثلاً اگر یکم اپریل ۸ بجے کو قادیاں میں امرتسر کے لئے چٹھی ڈالی جاوے تو وہ امرتسر ۳۔ اپریل کی دوپہر کو جاکر تقسیم ہوگی۔ یہ کیسی حیرت انگیز بات ہے ایک دن پورا قادیاں پڑی رہی اور ایک رات بٹالہ پڑی رہی اور تیسرے دن دوپہر کو امرتسر۔

اس انتظام سے اُن لوگوں کو جنکا تعلق تجارت کے ساتھ زیادہ ہے اور جو کاروباری آدمی ہیں سخت نقصان پہنچتا ہے ہم اسپر توجہ دلانے کیلئے متواتر نوٹوں کے ذریعہ حکام ڈاکخانہ کو بیدار کرینگے۔

لالہ گیا چند صاحب منصف گورداسپور

لالہ گیا چند صاحب منصف گورداسپور کے متعلق بعض امور اسقسم کے ہمیں معلوم کرائے گئے ہیں جو اگر صحیح ثابت ہو جائیں تو کچھ شک نہیں کہ وہ اہل مقدمہ کے انصاف کی راہ میں روک پیدا کر سکتے ہیں۔ ہم بطور خود ان معاملات کی تحقیقات اور تفتیش کر رہے ہیں اور پوری انفرمیشن کے حاصل ہونے پر ہم ان حالات کو روز روشن میں لانے کی سعی کرینگے۔

پہلے تو دفعہ ۸۴ کے اشتہاروں ہی کے متعلق یہ شکایت تھی کہ وہ زیادہ تر ان اخبارات میں شایع کر دئے جاتے ہیں جنمیں لالہ صاحب کی کتابوں کے اشتہار چھپتے ہیں۔ اور اب یہ شکایت بھی عام ہو چلی ہے کہ مقدمات میں کمیشن جن لوگوں کو دیا جاتا ہے وہ ایسے شخص ہوتے ہیں جن کے لالہ صاحب سے کوئی ذاتی تعارف یا تعلق ہوتا ہے + یا سرکاری ملازم ہوں اور اہلکاران عدالت کو دیا جاتا ہے۔ چند روز ہوئے کہ ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر کی عدالت میں کوئی درخواست اسقسم کی کمیشن کے متعلق گذری جسمیں اہل کمیشن خالصہ لاہور کو بتلاتے تھے۔ اگر یہ شکایتیں صحیح ہیں تو صحیح ہونے کا یقین دلایا جاتا ہے تو وہ گورنمنٹ پنجاب اور چیف کورٹ پنجاب کو ان امور پر توجہ کرنیکی ضرورت پیش آئیگی۔

ڈوپٹیک

ہمارے عزیز دوست منشی کرم علی صاحب احمدی مصاحب سنگ ضیا دارالسلام قادیان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ۸ فروری ۱۹۰۳ء کو نماز فجر سے پہلے فرزند عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو والدین کے لیے مبارک اور قرۃ العین ثابت کرے۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام نے بچہ کا نام [illegible] تجویز فرمایا۔ اگرچہ یہ واقعہ کسی قدر عرصہ پیشتر کا ہے [illegible] دیا جانا چاہئے تھا۔ لیکن چونکہ اصل غرض اندراج سے اپنے ضروری واقعات کی تاریخ نوٹ کرنا مقصود